

آپنے عوام

صابر ادیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آبنا ے

شعری مجموعہ



—
صابر ادیب

© جملہ حقوق محفوظ

کتاب	:	آبنائے (شعری مجموعہ)
شاعر	:	صابر ادیب
ترتیب و ترجمہ	:	اقبال مسعود
تعداد	:	چار سو
سن اشاعت	:	۲۰۰۵ء
کمپیوٹر کپوزنگ	:	(محمد نعیم) لاریب کمپیوٹر سینٹر، بھوپال۔
طبعات	:	نیوتاچ پرنٹرز، مولیٰ مسجد روڈ، بھوپال
ناشر	:	صابر ادیب
قیمت	:	ایک سو پانچ سو روپیے۔ / Rs. 125/-
پتہ	:	صابر ادیب، ۳۵، گل کده، نزد، حبی مسجد شاہجہاں آباد، بھوپال۔ ۱۳۶۲۰۰۱۔ پی۔

— ملنے کے پتے —

- ‡ حلقة تحریک ادب، ۹۲، بیت النشاط، قازق کمپ، بھوپال۔ ۱۳۶۲۰۰۱۔
- ‡ برگ اکادمی، چھاؤنی۔ باندہ، بندی لکھنڈ۔ یو۔ پی۔ ۲۱۰۰۰۱۔
- ‡ مونس بیک ڈپو، قلعہ روڈ، خسر ونگر، علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱۔
- ‡ کاشمیر انٹرنسٹی یوٹ، برین کالونی، سری نگر، کاشمیر۔ ۱۹۱۱۴۱۔
- ‡ انیس منزل، شخوپور، بدایوں۔ ۱۳۳۲۰۱ (یو۔ پی۔)
- ‡ ۳۵، گل کده، نزد حبی مسجد، شاہجہاں آباد، بھوپال۔ ۱۳۶۲۰۰۱۔

آبنائے

زندگی
کے
نام

تمام عمر کی لاچاریاں ہیں تیرے نام
تو میرا قرض اتارے گی زندگی کتنا

آبناے

ترتیب

۹	میں اور میرا شعری رویہ	۱
۱۳	حمد ہدی تعالیٰ	۲
۱۴	نعت رسول ﷺ	۳
۱۵	اشعار۔ سفر حج بیت اللہ	۴
۱۷	سلام	۵

غزلیات

۱۹	جسم میرا روح میری تازیانہ اُس کا ہے	۶
۲۰	بعد روید سراپا جمال ہوتا تھا	۷
۲۱	نوید باغک جرس ہے گھری سفر کی ہے	۸
۲۲	”سبب“ کی قید میں رہتے ہوئے ”وہ“ میں ہوں	۹
۲۳	اتر کے میری رگ جاں میں بولتا کیوں ہے	۱۰
۲۴	محاذ خیر و شر میں جذب خراب شر سالگتا ہے	۱۱
۲۵	میرے اندر تھی بے بسی، کافی	۱۲
۲۶	قدم جو اٹھ گئے منزل کہاں پڑا او کہاں	۱۳
۲۷	جہاد حق و باطل میں کبھی باطل سے مت ڈرتا	۱۴
۲۸	پھر ہوا، پر نہ، قبیلہ لکھا گیا	۱۵
۲۹	دو بد وعج بولتا ہے اور کیا	۱۶
۳۰	کیسی معنی کی قباء، رشتؤں کو پہنائی گئی	۱۷
۳۱	مجھ سے پہلے مرے دیتے دیکھے	۱۸

آبنائے

۳۲	صحیح دم جاگے اذال سے کلمہ طیب پڑھا	۱۹
۳۳	کس لئے کرتار ہوں خون کو پانی میں بھی	۲۰
۳۴	محبتوں کی یہ رُت ہے تو استفادہ بھی	۲۱
۳۵	پکھل کے درد نے بخشنا ہے وہ مقام مجھے	۲۲
۳۶	موسم صدر نگ کا جو ہر کھلا	۲۳
۳۷	حد کے، بعض و کینہ مکروہ شر کے، ہم سفر کتنے	۲۴
۳۸	دکھ کے پربت غم کے جنگل اور کیا	۲۵
۳۹	مکاں لام الف سائبان لام الف	۲۶
۴۰	از زمیں تا آسمان ہر سمت منظر آگ کا	۲۷
۴۱	حرکت ہی سے دنیا ہے دنیا کی جوانی بھی	۲۸
۴۲	خلا میں الگیوں سے اک جھرو کا سا بنا تا ہے	۲۹
۴۳	شہر در شہر لکھوں مرٹے کتنے جانی	۳۰
۴۴	تجھے تلاش ہے جس کی گذر گیا کب کا	۳۱
۴۵	سن پرندے سن ہے کیا بولے ہوا	۳۲
۴۶	راہ بر ہزن صفت جنگل سفر۔ این المفر	۳۳
۴۷	شاخ بدن سے دارِ غم انادھو سکو گے کیا	۳۴
۴۸	جانے کس سمت سے حملہ ہو خبردار ہو	۳۵
۴۹	مقدار میں ترے ہے سامرا کب	۳۶
۵۰	پھن اٹھائے ناگ سے لگتا ہے ڈر، لگتا رہے	۳۷
۵۱	شهرت کے دیوانے پن میں پڑ گئے یار جھیلے میں	۳۸
۵۲	چھت شکست ٹوٹے دراچھاگا	۳۹
۵۳	وہ مطمئن تو کر سکے اپنے جواب سے	۴۰

آبنائے

۵۳	کیسا یہ جبر و قهر ہے کچھ بولنے نہ پاؤں	۳۱
۵۵	سرورِ عیش و شر ہے اور میں ہوں	۳۲
۵۶	یہ تذکرہ تھا مر انتخاب کیسے ہوا	۳۳
۵۷	جو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے، ہے جری کتنا	۳۳
۵۸	بھیگی آنکھیں لئے ہنستے ہوئے جینا اُس کا	۳۵
۵۹	ہر رہ گذر پا ایک نیا ہم سفر ملا	۳۶
۶۰	شاعرِ زندگی بد لے گا جب غماز بد لے گا	۳۷
۶۱	رُتوں کی آگ کو مدھمات لکھ دوں	۳۸
۶۲	نیا لہجہ نیا ڈھب دیکھتا ہے	۳۹
۶۳	مرے اندر مر امیں اور تو بھی	۴۰
۶۴	غزل پھر چھیر دی ہے بیٹھے بیٹھے	۴۱
۶۵	میں نے لکھ لکھ وقت گنوایا تم اب پڑھ پڑھ وقت گنواؤ	۴۲
۶۶	نام و نمود عزت و شہرت لقب سے دور	۴۳
۶۷	جو کل تک تھا، ہی ہے آج بھی کس بل ہواؤں میں	۴۴
۶۸	غیمت ہے وہ دو لفظوں میں لکھ دیتا ہے حال اپنا	۴۵
۶۹	میرا ہر لفظ آنکھ تر نکلا	۴۶
۷۰	دن کا اجالا شب کے اندر ہیروں کے درمیاں	۴۷
۷۱	جُد ا ہوا بھی وہ مجھ سے جُد انہیں بھی ہوا	۴۸
۷۲	خشک ہونٹوں پر تیسم جا گنا مشکل ہوا	۴۹
۷۳	شانتگی حسن کو زلف دوتا میں دیکھے	۵۰
۷۴	ذہن میں ماضی کی پھر گلکاریاں آنے لگیں	۵۱
۷۵	کہتے نہیں ہیں کچھ بھی مگر لب پا آہے ہے	۵۲

آبنائے

۷۷	نظر نظر سے مل گئی حیات مسکرا اُٹھی	۶۳
۷۸	چہرہ پہ بٹا شت ہے نہ ہونٹوں پہنسی ہے	۶۴
۷۹	آپ جب سے مرے حالات سے وابستہ ہوئے	۶۵
۸۰	تفنگ و تیر کی ہر جنگ لڑتا ہے پر والہ	۶۶
۸۱	دوست رخصت ہوئے سب کر کے بہانے گے	۶۷
۸۲	چمن ادا س پریشان ہے ہر کلی کام زاج	۶۸
۸۳	ریاضت ہی عبادت ہے	۶۹
۸۴	جا گئی آنکھوں سے دیکھوں تو تجھے کیا دیکھوں	۷۰
۸۵	ہر قدم پر مجھ کو جب ٹھوکر لگی	۷۱

۹۳۶۸۶

قطعات و متفرق اشعار

سانحہ ارتھال پر:-

۹۳	شاہ غزل (محمد علی تاج بھوپالی)	۷۲
۹۵	گوہر بحر عدن (حکیم سید قمر الحسن ایڈیٹر "ندیم" بھوپال)	۷۳
۹۶	ایوان ادب کا گہر پارہ (جگنا تھا آزاد)	۷۳

شعری مجموعہ "حدب" سے غزلیں

۹۸	اُس سے میں نا آشنا تھا، جستجو لکھتا رہا	۷۵
۹۹	خواب لکھے ہیں تو پھر ان خوابوں کی تعبیر لکھے	۷۶
۱۰۰	میرا خالق جب میری تخلیق کے مرحل میں تھا	۷۷
۱۰۱	ظلم کے پیکر میں ڈھل کر جب ستمگر آئے گا	۷۸

آبائے

۱۰۲	کتابِ زیست کا ہر باب اُس کواز بر تھا	۷۹
۱۰۳	جھکا دیا تری چوکھٹ پے جان سراپنا	۸۰
۱۰۴	نہ سر اٹھا کر ترے اختیار میں کب ہوں	۸۱
۱۰۵	زندگی بھیک نہ ہوتی تو قیادت کرتا	۸۲
۱۰۶	کیا پتہ کیا تھا ادھر اور کیا نہ تھا	۸۳
۱۰۷	لبوں کونشہ گفتار کیسا	۸۳

شعری روئیہ اور اسلوبِ فن کی بابت آراء

۱۰۹	پدم شری ڈاکٹر بشیر بدر	۸۵
۱۱۰	ڈاکٹر یعقوب یاور	۸۶
۱۱۱	سیدِ الٰمین چشتی	۸۷
"	احسان آوارہ	۸۸
"	ڈاکٹر اتحج - اے - فریدی	۸۹
۱۱۲	منیر سیفی	۹۰
"	سید اختر عظمی	۹۱
"	پروفیسر حسن مسعود	۹۲
"	ٹکلیل گوالیاری	۹۳

میں اور میرا شعری رویہ

اپنے آپ کو خود سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ اس لئے میں اپنی فکر (شوری یا لاشوری) کے اظہار کے بارے میں کسی دوسرے سہارے کے بغیر آپ سے مخاطب ہوں۔

میں محمد حبیب قلمی نام صابر ادیب (ہمیر پوری) یو۔ پی۔ کے بندی لکھنڈی علاقہ ہمیر پور کے ایک خوشحال گھرانے میں کم جنوری ۱۹۳۹ء کو اس عالم آب و گل میں وجود میں آیا۔ میرے دادا محمد عظیم جو میدانِ شاعری میں ”بیدھب“، ”خلص“ سے جانے جاتے تھے، میرے بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ ان کا شعر گولی کا وصف مجھے کم عمری میں درش میں ملا۔ گو کہ ان سے میری کوئی ادبی رسم و راہ نہیں رہی۔ لیکن یہ مشیعت ایزدی تھی کہ یہ فن مجھے بچپن میں ہی ودیعت ہو گیا تھا۔ تحصیل علم کے دوران تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ میں اس فن کو اپنے سینے سے لگائے رہا اور آج تک اس جمنِ سخن کی اپنے خون چکر سے آبیاری کر رہا ہوں۔ اس تعلق سے میں اپنے پہلے شعری مجموعہ ”حدب“ میں ”میں بیاض وقت پر“ کے تحت مختصر اکھ چکا ہوں۔ حدب سے لے کر اب تک میرے ادبی سفر کی داستان میری ان مطبوعہ کتب سے منکشف ہے۔

شعری مجموعہ ”حدب“ - ۱۹۹۲ء

”بدلتے موسموں کا درد“ ۱۹۹۲ء (دیوان اگری رسم الخط میں) اپنے آفس کلیک کے لئے افسانوی مجموعہ ”ٹوٹے رشتؤں کا کرب“ - ۲۰۰۱ء
 رومائی نظموں کا مجموعہ ”یادوں کے جزیرے“ - ۲۰۰۲ء (۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک کی نظمیں)
 اور اب یہ شعری مجموعہ ”آبناۓ“
 اپنی شاعری کے بارے میں مجھے صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ میرا شعری سفر ”معلوم سے نامعلوم“ کی داستان ہے۔

آپنائے

نامعلوم سے میری مراد گذر گا ہوں کے ان نامعلوم پچ و خم اور سد را ہوں سے
ہے جن سے مجھکو نبرد آزمانا ہوتا ہے۔ میرے ہم سفر میرا شعور اور لا شعور ہوتے
ہیں۔ اس سفر میں کبھی کبھی تحت الشعور بھی شریک سفر ہو جاتا ہے۔ اور جب کبھی ایسا
ہوتا ہے تو شاید اسی مرحلہ پر تفہیم و ترسیل کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہو۔ ویسے یہ کوئی خاص
مسئلہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ میں مانتا ہوں کہ آج کی شاعری صرف سننے سے ہی تعلق نہیں
رکھتی بلکہ یہ سننے سے زیادہ پڑھنے سے زیادہ غورو فلکر کی طالب ہے وجہ
صاف ہے کہ یہ اب تقدیر طبع یا ذوق و شوق کی چیز نہیں رہی۔ تخلی و تصور اور مبالغہ
آرائی کے بجائے انسانی زندگی سے جڑ گئی ہے اور زندگی کے خارجی و داخلی معاملات
و تعلقات اور اس کے مسائل سے وابستہ ہو گئی ہے یہی وجہ ہے میری شاعری کی
اس انسانی زندگی کے۔ اسی لئے عرض کیا ہے۔

قلم اٹھاؤ کرو حل مسائل ہستی!

کہ فکر بدلتی ہے بدلا ہے شاعری کا مزاج

مرے پہلے شعری مجموعہ ”حدب“ سے آج تک میں نے جو کچھ زندگی میں
(انسان ہونے کے طفیل) بھوگا، برداشت کیا۔ مشاہدوں و تجربوں سے گذراؤہ قلم بند
کر دیا۔ یہ میری عادت بھی ہے اور مشغله بھی۔ مجھے اپنی شاعری سے نہ تو واہ۔۔۔ واہ
کی توقع رہی نہ شہرت کی اور نہ کسی اعزاز یا انعام و اکرام کی میرا جو نظریہ شاعری ہے
جو زاویہ فکر ہے جبکی تجسس و حسینت ہے۔ مصروفِ عمل ہے۔ بس۔۔۔

نام و نمود عزرت و شہرت لقب سے دور

کیا عجیب شخص ہے رہتا ہے سب سے دور

احباب نے میری شاعری کے لئے مجھے ”مشکل پندی“ کا اعزاز
بنخشا۔ ز ہے نصیب!! اس سلسلے میں میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس دور میں
”زندگی“ نام، ہی مشکلوں، دشواریوں اور مسئللوں کا ہے اور چونکہ میری شاعری کی
اس سبھی زندگی ہے اسی لئے میری شاعری کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا جیسا بھی ہوا
اسے مشیعت خداوندی کہنا بہتر ہو گا۔ لیکن عوام الناس شاعری کو آج بھی زلف و

آبناے

رخار اور گل و بلبل کی پرلہت داستان سمجھتے ہیں۔ تفریح طبع کا ذریعہ مانتے ہیں۔ جبکہ آج کی شاعری خواہ وہ غزل ہو یا نظم یا کوئی اور صفتِ سخن ہو۔ زندگی سے مسلک ہے اور یہی حقیقت ہے! اس مسلمہ حقیقت کو ماننا بھی چاہیے۔ اس لئے کہ شاعری زندگی کی ترجمان اور عکاس ہوتی ہے۔

آج ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں وہ سخت ترین آزمائشوں کا دور ہے۔ اس دور نے ہمارے چہروں سے خوشیاں چھین لیں، ہونٹوں سے مسکراہٹ ناپید ہو گئی۔ آنکھوں سے نیندیں غائب ہو گئیں۔ راحت و آرام، اطمینان و سکون جیسے بھی میر تھے ہی نہیں۔ ایسے ناخوشگوار ماحدوں میں ہمیں اپنی خیالی اور تصوراتی دنیا سے نکل کر اپنی حقیقی اور عملی زندگی میں آتا ہو گا۔ اور اپنے ناموافق حالات سے دوچار ہونا ہو گا۔

شاعری جتنی پہلے اہم تھی اس سے زیادہ آج ہے کیونکہ یہ زندگی اور اس کے مسائل سے جڑ چکی ہے۔ اس لئے اس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تغیر و تحول زندگی کا تقاضہ ہیں۔ چنانچہ علمی و فنی سطح پر جو تغیر و تبدل آیا ہے اُسے ہمیں صرف نظر نہیں کرنا چاہیے۔ میں ڈاکٹر یعقوب یا اور کے اس قول سے پوری طرح متفق ہوں۔ ”کائناتِ شاعری کی دنیاے رنگ و بود را صل دیدہ باطن سے دیکھی جاسکتی ہے۔“ چشم ظاہر نہیں یہاں اپنی بینائی ہی کھو بیٹھتی ہے، اس کے باوجود شاعری کا جواز آج بھی برقرار ہے۔“

ہمارا عہد کمپیوٹر اور بر قیات کا عہد ہے اور اس عہد نے الیکٹرونک میڈیا کے طفیل (ٹیلی ویژن) ہم سے ”شعر سنئے“ کہنے کا پروقار انداز چھین لیا ہے ”اور یہ شعر دیکھئے“، کہنے کا مضائقہ خیز طریقہ بخش دیا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اب اپنی قوتِ ساعت کو قوتِ باصرہ میں بدل لینے میں ہی عافیت ہے سمجھداری ہے۔ اور اپنی قوتِ فیصلہ کو وقت کے تقاضوں کے پیش نظر رد و قبول کی متذبذب کیفیت سے ابھرنے کے لئے یہی مناسب راستہ بھی ہے۔ ویسے بھی ہر وہ کیفیت جو مقاضی وقت ہو قبول کر لینے میں بہتری کی صورت ہے۔ اس کے بعد مجھے کچھ نہیں کہنا۔

آبناے

میرا شعری مجموعہ "آبناے" آئندہ صفحات میں آپ کے پیش نظر ہے اس مجموعہ میں "حدب" سے بھی کچھ غزلیں شامل کی گئی ہیں اور چند مطبوعہ آراء بھی دراصل میرا شعری رویہ میرے جانکسل لمحوں کی بازگشت ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے۔ "حدب" کی شاعری سے "آبناے" کی شاعری تک پہنچنے کے لئے "آبناے" ایک ایسا بھری راستہ ہے جس کی تہہ میں گوہرتا بدار محفوظ کرنے کی سعی کی ہے۔ ان کا حصول آپ کے ذوقِ سلیم پر منحصر ہے۔

اللہ کے کرم بے پایاں سے مجھے ۱۹۹۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اس سفرِ مبارک کے دوران میرے جو پاکیزہ جذبات رہے ان کو میں نے چند اشعار میں ڈھال دیا ہے اور انھیں اس مجموعے میں شامل کیا ہے۔

میں اپنی اس خامہ فرسائی اور آپ کی ذہن خراشی کے اختتام پر ان تمام احباب اور قارئین کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے میری شاعری کو سراہا میری پذیرائی کی اور ان تمام احباب و قارئین کا بھی جو بیدم وارثی کے اس شعر کے مصدق رہے۔

عجب عاشقوں کی نماز ہے نیابیدم ان کا نیاز ہے
ن تو سجدہ بیس نہ قعود ہیں نہ دعا ہے اور نہ سلام ہے

بہتر توقعات کے ساتھ

صابر ادیب

۳۵، گل کده، نزد کچی مسجد
شاہجہاں آباد، بھوپال۔ ۳۶۲۰۰۱
۲۰۰۵ء

آبناۓ

حمد
باری تعالیٰ

زمیں تیری ہے میں مہماں ہوں تیرا میزبان تو ہے
مری خاطر ہی سب کچھ ہے مکان ولا مکان تو ہے

مسائل میرے تو ہی حل کرے گا میں تو بے بس ہوں
یہاں میں کیا ہوں کیا میرا ہے جو ہے مہرباں تو ہے

مسائل مر جل سُودو زیاں ، اسباب و مال و زر
مرا جو کچھ ہے سب تیرا ہے میر خاندان تو ہے

نکل آئے گا باہر ایک دن جو کچھ ہے پر دے میں
زبان پر رات دن چرچے ہیں جس کے داستان تو ہے

ترڈپ، سوزش، کمک، سوز و فغاں، کرب والم صابر!
میں انساں ہوں یہ سب میرے ہیں لیکن قلب وجہ تو ہے

لُعْت

اے شہنشاہ دیں سید الوارثیں خاتم المرسلین رحم فرمائے
میرا چین و سکون جان و دل آپ ہیں راحٰۃ العاشقین رحم فرمائے

آپ شمسِ الضحیٰ آپ بدر الدُّجَى آپ نور المُهَدَّیٰ آپ کیف الوریٰ
آپ مختارِ کل صدرِ بزمِ رسول فخرِ دنیا و دیس۔۔۔ رحم فرمائے

اس جہاں میں حسیں چاند تارے بھی ہیں غنچے بھی پھول بھی ماہ پارے بھی ہیں
میرے حصے میں آئے ہیں درد و الم سید الناصریں رحم فرمائے

اپنے اطوار کی اپنی گفتار کی اپنے کردار کی کیا کہوں داستان
اپنی کرنی سے محرومِ رحمت ہوں میں رحمتِ العالمین رحم فرمائے

اے شفیع اللام بحرِ جود و کرم اے جمیل الشیم چارہ سازِ الم!
اب نہیں طاقتِ ضبط جو روستم ہے دم واپسیں رحم فرمائے

چاک سینہ ہے اور دل اسیرِ الم اُس پہ ظالم زمانے کی مشقِ ستم
اپنے صابر پہ کیجیے نگاہِ کرم سید المرسلین رحم فرمائے

سفر بیت اللہ کے دوران کہے گئے اشعار ہوائی سفر کے دوران

نئی زمین ہے نیا ہے افق اُتر کے دیکھے
پرندے! جبکی راہوں سے بھی گذر کے دیکھے

ملکہِ معظمہ کی پاک سرز میں پر

صعوبتوں کا اثر کب مجھے سفر میں رہا
میں رات دن تر گی^{باری تعالیٰ} یادوں کی رہنمہ میں رہا
طوافِ کعبہ و الحسود سعی، صفا مردا
بقدر دید سب ہی کچھ مری نظر میں رہا

بیت اللہ پر نظر پڑھنے پر

کعبہ کا وہ جلال کہ کب تاب دید تھی
جب تک تھا سامنے وہ، نظر کا نپتی رہی

رحمتوں والے شہر مدینہ منورہ کی سرز میں پر مسجد نبوی میں

کبھی قبہ کبھی حجرہ تو کبھی باب سعود
کبھی چھتری کبھی جائی کبھی روضہ دیکھیں

کبھی محراب مقدس تو کبھی ساتوں ستوں
کبھی مینارِ مُبیں نور کا جلوہ دیکھیں

کبھی منبر تو کبھی قرب ریاض الجنة
آنکھیں حیران ہیں دیکھیں بھی تو کیا کیا دیکھیں

ایک مدت سے تمنائی تھیں آنکھیں جس کی
 حاجیو! آؤ وہی گنبدِ خضری دیکھیں

سلام

آنکھ زخمی ہے نظر زخمی ہے منظر زخمی
ظلم اعدا سے ہوا ہے دلِ مضر زخمی

نہر کی سمت چلے دل کو سنبھالے سرور
جب نا ہو گئے عباس ولاور زخمی

پانی بھی پی نہ سکے رہ گئے لب کھولے ہوئے
ایک ہی تیر سے ایسے ہوئے اصغر زخمی

جب شہید ہو گئے بیٹھی تو محرومِ الٰم
تیر فرقہ سے ہوئیں زینبِ مضر زخمی

رن میں آتے تھے نظر کشتوں کے پشتے ہر سو
حضرتِ خُرَنَ کے اتنے ستمگر زخمی

عرشِ لرزش میں ہوا رن کی زمیں کا نپ اٹھی
جب گرے گھوڑے سے ہو کر شہہ اطہر زخمی

آپ سا صابر و شاکر نہیں پایا ہے حسین
لے کے میدان سے آئے ہیں بہتر زخمی



غزلیات

مری غزل نے اٹھائے ہیں زندگی کے عذاب
مری غزل میں لگاٹ کہاں رچاؤ کہاں



جسم میرا رُوح میری تازیانہ اس کا ہے
میرے اک اک زخم پر لکھا فسانہ اُس کا ہے

پھول سے خوبیوں کا رشتہ بھی اسی کا کھیل ہے
سز موسم پر بھی حکمِ ناطقانہ اُس کا ہے

اک تماشا اُس کے گھر تھا اک تماشا میرے گھر
ان تماشوں کا تماشائی زمانہ اُس کا ہے

کھینچ دی یوں حد فاصل اُس نے انسانوں کے پیچ
جسم تو میرا ہے حقِ مالکانہ اُس کا ہے

ابتداء بھی تھی اُسی کی انتہائی بھی اُس کی ہے
فرش سے تا عرش سارا شاخانہ اس کا ہے

میں ہوں صابر شاعر گمنام میرا کیا یہاں
ہاں قلم میرا ہے لیکن ہر ترانہ اُس کا ہے



بقدرِ دید سر اپا جمال ہونا تھا
مرا وجودِ عدیمِ المثال ہونا تھا

تو آسمانِ مہ و مہرِ تیری گردش میں
میں ہوں زمینِ مجھے ماہ و سال ہونا تھا

رفیق و ہدم و ہمراز جیسے خواب ہوئے
ہمارے عہد میں قحطِ الزجال ہونا تھا

وہ اپنی نیکیاں دریا کی نذر کرتا تھا
اسے بھی نذرِ فریبِ کمال ہونا تھا

کک سے درد بنے پھر ہوئے سکونِ حیات
ہمارے زخموں کا یوں اند مال ہونا تھا

ترے وجود پہ تھا منحصرِ وجودِ مرا
میں پات پات تجھے ڈال ڈال ہونا تھا

○

نوپر بانگ جس ہے گھڑی سفر کی ہے
قدم اٹھاؤں تو کیسے کہ فکر گھر کی ہے

تمام نیکیاں لکھدی ہیں اُس کے نام مگر
تلاش پھر بھی اُسے میرے ایک سر کی ہے

ورق ورق تجھے لکھا ہے شاعری کی طرح
کتاب زندگی میں نے بھی معبر کی ہے

نہ کارواں ، نہ سمندر، نہ آسمان نہ ہوا
تلاش اُسکو نہ جانے کس ہم سفر کی ہے

ازالہ اپنے گناہوں کا کس طرح کرتا
سوائے اس کے، کہ آنکھ اپنی خشک، ترکی ہے

لہو لہو تھا بدن اُس کا پھر بھی پچ پر تھا
یہ داستان مرے ایک حق نگر کی ہے



‘سب’ کی قید میں رہتے ہوئے ’ود‘ میں ہوں
خدا کا شکر ہے میں پھر بھی اپنے قد میں ہوں

مجھے نہ ناپ سکی مہر و ماہ کی حد بھی!
میں بحرِ فکر کے اک ایسے جذرِ ومد میں ہوں

دیا ہے میں نے، ہر ذرہ کو پیامِ حیات
میں زندگی کا ہوں قاصدِ کبد کبد میں ہوں

وہ خاک بن گئی گلزار جس پہ آتش بھی
مجھے ہے فخر میں اُس خاک کے جسد میں ہوں

مرے وجود سے قائم ہے تجھ میں فکرِ جمیل
میں تیری فوجِ تخیل کی ہر رسم میں ہوں

اتر کے میری مرگِ جاں میں بولتا کیوں ہے
ادھورا شخص مرا ظرف تولتا کیوں ہے

ہزار رنگ میں ملتا ہے وہ ملے مجھ سے
مگر یہ کیا کہ میرے زخم کھوتا کیوں ہے

کسی کام بھی آئی نہ میری دیدہ وری
یہ سچ ہے ! پھر وہ میرا درٹولتا کیوں ہے

یہ جان کر بھی میں باہر ہوں جیسا اندر بھی
وہ بار بار مجھے مجھ سے تولتا کیوں ہے

اہی خیر، یہ شر کا پیش خیمه ہے
زبان کے سحر سے ایمان ڈولتا کیوں ہے



محاذِ خیر و شر میں جذبِ خیراب شر سا گلتا ہے
یقین ایسا ہوا گھائل گھر پھر سا گلتا ہے

یہ بچے اپنے اپنے وقت کی پہچان ہیں لیکن
میں ان کا باپ ہوں کہتے ہوئے خبر سا گلتا ہے

یہاں کے لوگ کتنے پاسدارِ عجز انساں ہیں
یہ میرا گھر نہیں ہے پھر بھی میرے گھر سا گلتا ہے

وہ جو بھی بات کہتا ہے ہمارے دل پہ لگتی ہے
وہ دیوانہ وہ پاگل شخص دیدہ ور سا گلتا ہے

یہ کیسی بے بسی .. کم مائیگی بے چارگی سی ہے
شکم کی آگ سے جھلسا بدن سندر سا گلتا ہے

نہ جانے عمر کی اب کون سی منزل پہ ہوں صابر
یہاں سے جس طرف بھی دیکھتا ہوں ڈر سا گلتا ہے





میرے اندر تھی بے بسی، کائی
فتنه و شر کی یہ صدی کائی

نیک و بد کا حساب کیا کرتا ہے
مل گیا جو بھی زندگی کائی

شاعری جس کے تھی و راثت میں
فصل اس نے بھری بھری کائی

مجھ سے کب اس کو راضی ہونا تھا
میں نے جو بات بھی کہی، کائی

لے گیا درد کا خزانہ وہ
میں نے بے درد زندگی کائی

ہم سفر جس کا بھی رہا سورج
عمر بھرا اس نے دھوپ ہی کائی

راز خوبیوں کا کھل گیا صابر
جب صبا نے کلی کلی کائی





قدم جو اُٹھ گئے منزل کہاں پڑا وَ کہاں
 نظر میں جز ترے کچھ بھی نہیں ہے گھاؤ کہاں
 نئی صدی کے یہ بچے ہیں ان سے کچھ نہ کہو
 اب ان میں اپنے بزرگوں سارکھر کھاؤ کہاں
 گھٹن ہے کرب و کمک بے حسی ہے بے زاری
 تعلقات میں پہلا سا اب لگاؤ کہاں
 اندھیرا اوزھ کے پھر گھر میں بس گئی ہے رات
 اب اپنے آپ سے بھی ڈر لگے تو جاؤ کہاں
 جو کج سرشت تھا عزت ماب ٹھہرا ہے
 وہ بن کے آگیا مہماں تو اب بٹھاؤ کہاں
 تو اپنے پھرے اٹھا لے یہاں سے حاکم وقت
 یہ بے حسون کی بینستی یہاں تناؤ کہاں
 مری غزل نے اٹھائے ہیں زندگی کے عذاب
 مری غزل میں لگاؤ کہاں رچاؤ کہاں

آبنائے

جہادِ حق و باطل میں کبھی باطل سے مت ڈرنا
اماں بن جائے گا مقتل ہی خود قاتل سے مت ڈرنا

سمی، جہدِ مسلسل اور یقین انسان کے جو ہر ہیں
صلہ جو بھی ملے جیسا ملے حاصل سے مت ڈرنا

کریں گے اور بھی روشن یہ چھالے راہِ منزل کو
قدم کو تیز رکھنا سختیِ منزل سے مت ڈرنا

قرابت، دوستی اخلاص، چاہت، پاک رشتے ہیں
جو ملنا بے دھڑک ملنا کسی کل کل سے مت ڈرنا

تعلق کے لیے خود احتسابی بھی ضروری ہے
مقابل دل بھی گر آئے تو آئے دل سے مت ڈرنا

گئے سب علم داں اب ہر طرف جاہل ہی قابل ہیں
تم ایسے دُور میں صابر کسی قابل سے مت ڈرنا



پتھر، ہوا پرندہ، قبیلہ لکھا گیا
زخمی ہوئی جو فکر تو کیا کیا لکھا گیا

تتلی کو پھول، پھول کو بخشنا نیا وجود!
شعاع کو برق، برق کو جلوہ لکھا گیا

اس دَوِرِ مصلحت نے وہ بخشنا کمال فکر
اپنوں کو غیر، غیر کو اپنا لکھا گیا

جس سے تمام شہر نے سیکھا تھا بولنا
اس کو فصیلِ شہر پہ گونگا لکھا گیا

ہم نے منافقت کا خلعت کب کیا قبول
کب ہم سے تیرہ شب کو سوریا لکھا گیا

اے طبعِ فکر اب تو مرا ساتھ چھوڑ دے
اندھوں کو تیرے شہر میں بینا لکھا گیا

آبنائے



دو بدو پچ بولتا ہے اور کیا
نام اس کا آئینہ ہے اور کیا

سبزِ موسم خشک پتوں کی کھڑک
زندگی کا مرثیہ ہے اور کیا

وادیٰ سنگ اور امیدِ بہار
خواب تو بھی دیکھتا اور کیا

اڑ پرندے مثل برگ بے شجر
ڈھونڈھ منزل لاپتہ ہے اور کیا

دے رہے ہیں بدُ دُعائیں پھر اسے
آپ کو کچھ تو ہوا ہے اور کیا

زندگی کرب و کک درد و الم
سلسلہ ور سلسلہ ہے اور کیا

○

کیسی معنی کی قبا رشتؤں کو پہنائی گئی
ایک ہی لمحہ میں برسوں کی شناسائی گئی

ہر در و دیوار پر بچپن جوانی نقش تھے
کب مرے گھر سے مرے ماضی کی دارائی گئی

اس قدر اوپنجی ہوئی دیوار نفرت ہر طرف
آج ہر انساں سے انساں کی پذیرائی گئی

ہر نیا دن دھوپ کی کرنوں سے تپ سر آئے ہے
جسم سے ٹھنڈک گئی آنکھوں سے بینائی گئی

اب کہاں وہ مستیاں سرگوشیاں گلریزیاں
دامنِ صحراء سے جو آتی تھی پُردائی گئی

وقت کی سوغات ہے نہ ہم ہیں ہم نہ تم ہو تم
ذہن سے سوچیں گئیں ہونٹوں سے سچائی گئی

آج پھر ہے حکمرانی تیرگی کی ہر طرف
روشنی اک بل کو صابر آئی اور آئی گئی

●

O

مجھ سے پہلے مرے وَتیرے دیکھ
جسم ہے ایک چہرے کتنے دیکھ

بزر موسم بھی کیا ہمیں دے گا
ٹوٹتے گرتے بزر پتے دیکھ

بے آماں شہر میں آماں کب تک
روپ دھارے کھڑے ہیں فتنے دیکھ

قربتوں چاہتوں کے قصے فضول
زخم کتنے لگے ہیں گھرے دیکھ

اب یہ بہتر ہے دھوپ ہی اوڑھیں
ڈور تک پیڑ ہیں نہ سائے دیکھ

میں اکیلا ہوں تو بھی تنہا ہے
ہم بھی کتنے ہیں بے سہارے دیکھ

آنئنے پی لیے ہیں چہروں نے
اب تو ہر سمت صرف چہرے دیکھ

○

صحیح دم جاگے اذال سے کلمہ طیب پڑھا
 زندگی نے پھر نئے دن کا نیا عقرب پڑھا
 منصفی کا نور پل میں اُس کے چہرے سے گیا
 فیصلے میں اپنے جب منصف نے دن کوشب پڑھا
 جن رُتوں سے نیک نامی کا ملا تمغہ اُسے
 وہ رُتیں قاتل بھی ہیں تب اس نے جانا جب پڑھا
 چاہتوں میں بھول بیٹھے نفرتوں کے چہرے ہم
 کس کو ظالم ہم نے جانا کون قاتل کب پڑھا
 جس کے دستِ فیض سے سارا جہاں سیراب تھا
 تشنگی کی داستان میں اُس کو تشنہ لب پڑھا
 آج وہ ہی پارسا ہے سرخ روئے وقت ہے
 جس نے باتوں باتوں میں ہی چہرہ مطلب پڑھا
 پھر بھی صابر ہم کو جینے کا شعور آیا نہیں
 گوکتابِ زندگی کو ہم نے روز و شب پڑھا



کس لیئے کرتا رہوں خون کو پانی میں بھی
زندگی فاحشہ کب ہے نہ ہوں زانی میں بھی

ہم سے لغزش جو ہوئی ہے تو کریں توبہ بھی
تم بھی ہوا سے ہو آدم سے ہوں جانی میں بھی

رکھ کے ہر جمِ مرے سروہ سُبکدوش ہوا
اس کو لکھ جاؤں یہ دشنا م جوانی میں بھی

وہ ہے اک طفل کھلونوں سے بہل جائے گا
اُس کے ہاتھوں میں تھماڑوں کوئی رانی میں بھی

جو بھی ہم لکھیں گے وہ کیونکر ہو ادب کا شہر کار
تم نہ غالب ہو کوئی اور نہ ہوں باٹی میں بھی

سب کو جانا ہے تو جائیں گے ہی ما تم کب تک
صابر ہو جاؤں گا کل خلد مکانی میں بھی





محبتوں کی یہ رُت ہے تو استفادہ بھی
لگاوٹیں بھی ہیں میری میں شاہزادہ بھی

یہ ایک چال ہے ایسی کہ جس میں وہ خود ہی
ہے اک وزیر بھی اور خود ہی ایک پیادہ بھی

یہ تیرے بس کا نہیں ہے اُتار پھینک اسے
نہ کام آئے گا تیرے یہ خوش لبادہ بھی

خوشا نصیب کہ آئے تو دیکھنے اک پل
اب اس سے چاہئے کیا مجھ کو اور زیادہ بھی

تم اپنے ڈھنگ سے لکھتے ہو زندگی کی غزل
یہ ایک فن بھی ہے اور فن کا ہے اعادہ بھی

مرے وجود میں شر بھی ہے خیر بھی صابر
میں ایک وقت میں شری بھی خیر زادہ بھی



○

پکھل کے درد نے بخشا ہے وہ مقام مجھے
زمیں کیا ہے فلک نے کیا سلام مجھے

میں جب سے خواب ترے نذر کر کے آیا ہوں
لہو کے اشک ہی رکھتے ہیں شاد کام مجھے

مرے وجود کو بکھرا کے ساری ہستی پر
کچھ اس طرح ہے کیا وقت نے غلام مجھے

بدن پہ صبح کے لکھدی ہے شام کی تحریر
نہ دن سے کوئی غرض ہے نہ شب سے کام مجھے

میں ہر قدم پر لٹا ہوں گلی گلی میں یہاں
نہ راس آیا ترے شہر کا نظام مجھے

نہ دن کو چلیں ہے نہ راتِ کو سکون صابر
قرار بھی نہیں دیتے ہیں صبح و شام مجھے

●



موسم صد رنگ کا جو ہر کھلا
زخم دل کے ساتھ زخم سر کھلا

ہو گئی خوش بخت دستک در کھلا
آج مدت بعد اس کا گھر کھلا

گھر زمیں تیری نہیں تو نہ سہی
آسمان تو ہے ترا سر پر کھلا

ہاں وہ میرا دوست ہے پہچان لو
آستین میں رکھتا ہے خخبر کھلا

باندھ کے رکھ اپنی خوشیوں کا پرند
پل میں اڑ جائیگا ظالم، گر کھلا

پھر رہے ہیں شہر میں ہر سمت ناگ
چھوڑیے نہ اس طرح ہر در کھلا

جب نہ تاب غم ہے نہ تاب سخن
ہائے کب کمجھت نامہ بر کھلا





حَسْدَ كَيْفَ بُغْضٌ وَكِينَةٌ مَكْرُوْشَرَ كَيْفَ هَمْ سَفَرَ كَتْنَه
لَئَنْ پَھْرَتَهِيْسَ اپَنَهِ سَاتَھِ هَمْ بَھِيْ فَتَنَهَ گَرَ كَتْنَه

نَهِيْسَ كَرَ پَأْتَهِيْسَ کَچَھِ فَرَقَ رَهَبَرَ اوْرَ رَهَزَنَ مِيْسَ
ہَمَارَے قَافَلَے وَالَّهِ ہَوَيَهِيْسَ دَيْدَهَ وَرَكَتْنَه

تَعْلِقَ كَيْفَ لَئَنْ خَوْدَ اَخْسَابِيْ بَھِيْ ضَرُورَيِيْ ہَيْ
يَهِيْ مَاَنَا مَعْتَبِرَهِيْسَ آپَ لَيْكَنْ مَعْتَبِرَ كَتْنَه

ہَمِيْسَ خَوْدَ كَوْ بَھِيْ اَبَ پَچَانَ پَأْنَاهِيْ ہَوَگَيَا مشَكَلَ
اُگَارَکَهِيْسَ اپَنَهِ جَسَمَ پَرَهِمَ نَهِيْ بَھِيْ سَرَكَتْنَه

صَعْوَبَاتِ سَفَرَ كَا بَنَ كَيْفَ عَنْوَانَ كَارَوَانَ وَالَّهِ
پَہْنَجَ جَاتَهِيْسَ اپَنَیْ مَنْزَلَوَنَ تَكَ ہَانَ، مَگَرَ كَتْنَه

چَلَهِيْسَ پَرَچَمَ حَقَّ وَصَدَاقَتَ ہَاتَھِ مِيْسَ لَے كَرَ
ہَمَارَا سَاتَھِ دِيْسَ گَے اَبَ ہَمَارَے هَمْ سَفَرَ كَتْنَه

قَرَابَتَ دَوَتِيْ مِيْسَ خَوْدَ سَرِيْ اَچَھِيْ نَهِيْسَ صَابَرَ
اَگَرْ يُوں هَيِ رَهِيْ ضَدَ آپَ کَيْ ٹُوُثِيْسَ گَھَرَ كَتْنَه



دکھ کے پربت غم کے جنگل اور کیا
بس یہی ہیں میرا گس بل اور کیا

دیکھئے درپن ہے خود کو دیکھئے
جھیل کا نہرا ہوا جل اور کیا

چوس کر رس موسموں کا کھل اٹھے
ٹہنیوں پر پھول اور پھل اور کیا

اب یہ غمزے عشوے رہنے دیجئے
چاہتیں سب آپ کی چھل اور کیا

ڈر رہا ہوں یوں گلے ملتے ہوئے
آپ کا ہے آج بھی کل اور کیا

کس لئے نالاں ہو کچی عمر سے
بچے تو کرتے ہیں چھل بل اور کیا

آبنائے

ذہن کی شہرگ پہ ہیں حملے بہت
فکر جو زخمی ہے ہر پل اور کیا

سانپ نظروں کے ہیں لپٹے جسم سے
ہے بدن اس کا بھی صندل اور کیا



O

مکاں لام الف سائیاں لام الف
در بے اماں میں اماں لام الف

صدا بے صدا وادیوں میں اسیر
”گھنے گھور بن میں اذان لام الف“

صفر نقشِ منزل صفر حوصلہ
طلب بے اثر امتحان لام الف



O

از زمیں تا آسمان ہر سمت منظر آگ کا
کس طرح آنکھوں میں رُوكوں اب سمندر آگ کا

زیست کے اقدار جس کی شعلگی نے ڈس لیے
پہلے کب دیکھا تھا میں نے ایسا اثر آگ کا

جس سے بھی ملتا ہوں لگتا ہے جھلس جاؤں گا میں
آج ہر انسان ہے جیسے کہ محور آگ کا

زندگی تیرے قصیدے پڑھتے پڑھتے سُو گیا
شخص وہ جس نے کبھی دیکھا نہ بستر آگ کا

آدمی میں آدمیت سُرخرو ہونے تو دو
ٹوٹ کر خود ہی بکھر جائے گا لشکر آگ کا

●

O

حرکت ہی سے دُنیا ہے دُنیا کی جوانی بھی
جدبات سے عاری ہے ٹھہرا ہوا پانی بھی

تعظیم ترا آنا تسلیم ترا جانا!
تو ایک حقیقت بھی تو ایک کہانی بھی

اُس مِدِ مقابل سے کیا لڑیے کہ جس کی ہو
زنیل میں گیتا بھی آیات قرآنی بھی

تو منصف عالم کے انصاف ترا برق
قسمت میں ہی لکھی تھی یہ نقلِ مکانی بھی

کیا ”بھیر ون“ سا مجمع تھا کیا شعلہ بیانی تھی
ثُم جاہل مُطلق بھی تم ایک گیانی بھی

مُٹھی میں وہ رکھتا تھا مظلوم بھی ظالم بھی
وہ آمن کا حامی بھی وہ ظلم کا بانی بھی

O

خلا میں انگلیوں سے اک جھرو کا سا بناتا ہے
جھرو کے سے وہ پھر ماضی کا ہر منظر دکھاتا ہے

عجب فنکار ہے وہ خود ہی اپنی عمر رفتہ کے
اڈھر خاکے بناتا ہے اُدھر خاکے اڑاتا ہے

سنچالے رکھتا ہے سانسوں کی ڈوروں کو سلیقہ سے
یہ وہ محاط انساں ہے جو خود سے مات کھاتا ہے

اندھیروں کو متور اپنے مہ پاروں سے کرتا ہے
وہ جگنو ہو کے خورشیدِ فلک کو منہ چڑھاتا ہے

جلایتا ہے اپنے آپ کو خود آگ میں اپنی
یہ فنِ قفس کا ہر فنکار میں مشکل سے آتا ہے



شہر در شہر لکھوں مرٹیئے کتنے جانی
بستیوں میں نہ اُگاؤ نئے فتنے جانی

اب یہ بات اور کہ ادراکِ تگ و تاز نہیں
ورنہ شہر زور ہیں ہم بھی ترے جتنے جانی

”منکشف ہو کے بھی ناقابلِ تفہیم ہے وہ“
سر پہ اک اور قیامت کے فتنے جانی

بھیج دو میری طرف پھر سے کوئی دشمنِ جاں
تم تو مجبور نہیں ہو ابھی اتنے جانی

وقتِ منصف ہے وہ انصاف کرے گا اک دن
شہر معتوب میں اب دن ترے کتنے جانی





تجھے تلاش ہے جس کی گذر گیا کب کا
مرے وجود میں وہ شخص مر گیا کب کا

جو مجھ میں رہ کے مجھے آئینہ دکھاتا تھا
میرے بدن سے وہ چہرہ اُتر گیا کب کا

طلسم ٹوٹ گیا شب کا میں بھی گھر کو چلوں
رکا تھا جس کے لئے وہ بھی گھر گیا کب کا

تجھے جو فیصلہ دینا ہے دے بھی منصف وقت
وہ مجھ پہ سارے ہی الزام ڈھر گیا کب کا

نہ جانے کون سے پل ٹوٹ کر بکھر جائے
ہمارے صبر کا کشکول بھر گیا کب کا





سُن پرندے سُن ہے کیا بولے ہوا
پھر رہی ہے آج سر کھولے ہوا

لکھ رہا ہوں میں خلاوں میں سفر
کاش میری ہم سفر ہولے ہوا

میں بھی اس کا منتظر برسوں سے ہوں
میرے گھر بھی ایک پل ڈولے ہوا

ہم سخن کوئی ادھر آنے کو ہے
آج پھر کانوں میں رس گھولے ہوا

پتھروں کے دلیں میں گل رُت کہاں
اب تو چنانوں پہ ہی سولے ہوا

دُور تا حد نظر جلتے مکاں
شہر میں بھڑکا رہی شعلے ہوا

رکھ دیا کس نے دیا دیوار پر
شام ہی سے آج ہے ڈولے ہوا

آبناے

کھو گئے آبادیوں کی بھیڑ میں
اب درختوں کے لئے روئے ہوا

بے شجر پتوں کی صابر کیا بساط
جب جہاں چاہے انھیں ڈھولے ہوا



راہ بہ رہن صفت جنگل سفرain المفر
راستے دشوار تر ہر سو خطر این المفر

خواہشیں، ناکامیاں، لپٹی ہوئیں اژدر نما
اور میں بے دست و پا صندل شجر این المفر

جن انگوٹھی کا ابھی جاگا نہ تھا یہ گل کھلا
ساری بستی بے ہنر پتھر نگر، این المفر

”بوزھی مٹی بوزھی اینٹوں سے جدا“ بارش ہوا
ٹوٹی چھت، دم توڑتے دیوار و در این المفر





شاخِ بدن سے داغِ آنا دھو سکو گے کیا
پایا جسے جتن سے اسے کھو سکو گے کیا

نفرت، حسد، فاد اُگیں جس زمین سے
تم اُس زمیں میں تخمِ اماں بو سکو گے کیا

ماتم زدہ رُتوں کو برتنے سے فائدہ
کانٹوں کے بستروں پہ کبھی سو سکو گے کیا

مولس ہو غمگسار ہو ہدم ہو ہم نوا
تم سب ہو پھر بھی ماں کی دُعا ہو سکو گے کیا

گُم کردہ حیاتِ رفیقوں کے شہر میں
رُونا ہے ناگزیر مگر رو سکو گے کیا



O

جانے کس سمت سے حملہ ہو خبر دار رہو
اپنے دشمن کو طرح دو مگر ہشیار رہو

نہ بڑھو قد سے بھی اتنا نظر آؤ بے قد
اپنے قد میں ہی مرے دوست مرے یار رہو

تم سے رہتے ہیں جو بیزار تو رہنے دو انہیں
تم مگر ان سے مرے یار نہ بے زار رہو

خود گری وقت سے لیتی ہے خراج تحسین
شہر المست میں مست مئے پندار رہو

جو قدم ٹھہرے نکل جائے گی پاؤں سے زمیں
اپنے پیروں میں لئے گرمی رفتار رہو

●



مقدار میں ترے ہے سامرا کب
کہ تو ہے مُعتصم سا سرپھرا کب

نہ سلچھا زندگی کی اُبھنوں کو
ملا اس ڈور کا کس کو برا کب

مرا قاتل بڑا مشاق فن تھا
لہو اک بوند دامن پر گرا کب

میں کچھ بولا تو سر نیزے پہ ہوگا
اسے راس آئیگا لہجہ مرا کب

اُسے کھو کر بھی پانے کی تھنا!
ملے گا تجھ سا صابر سرپھرا کب





پھن اُٹھائے ناگ سے گر ڈر لگے لگتا رہے
زخم سنگ دست سے جم کر لگے لگتا رہے

اب تو تیرے ساتھ ہی رہ کر کئے گی زندگی
لاکھ تیری چاہتوں سے ڈر لگے لگتا ہے

شہرتوں کا شہر ہے یہ شہر میں مجھ کو عزیز
چاہے سارا شہر اک محشر لگے لگتا رہے

میں نے کوشش تو بہت کی گھر مرا اک گھر رہے
پھر بھی یہ گھر حشر کا منظر لگے لگتا رہے

کس نے راہِ زندگی میں خار و خس بکھرا دیئے
یہ بھی میرے دشمنوں کا شر لگے لگتا رہے

اصلیت تو اُس کی صابر سب نے آخر جان لی
اس کے کاندھے پر نیا اب سر لگے لگتا رہے





شہرت کے دیوانے پن میں پڑ گئے یار جھیلے میں
شب شب جاگے دن دن بھاگے نیند نہ آئی اکیلے میں

مکرو ریا کی تاجر دُنیا اور ہم نیک طبیعت لوگ
آخر کب تک خود کو بچاتے پک گئے دھیلے دھیلے میں

میں تو ادب کا سودا گر ہوں فکر سے مجھ کو نسبت کیا
میرا تو ہر مال بکا ہے شعر و ادب کے میلے میں

میں روٹی روزی کا مارا دن میرے کیا راتیں کیا
دن تو گذارا ٹھیلہ دھکاتے رات بتائی ٹھیلے میں

کچی کچی سڑکوں پر یہ گرتے پڑتے چلتے لوگ
کیسے کیسے سوانگ رچا میں دُنیا کے اس ریلے میں



چھت شکستہ ٹوٹے در اچھا لگا
آپ کا اپنا یہ گھر اچھا لگا

جسم کس کا، کس کا سر اچھا لگا
زندہ رہنے کا ہنر اچھا لگا

بھاگتے ہو آپ اپنے آپ سے
اپنے ہی سایہ سے ڈر اچھا لگا

ہر قدم کل آپ کے جو ساتھ تھا
آپ کا وہ ہم سفر، اچھا لگا

زندگی دیتا تو ہے لیتا بھی ہے
مجھکو تیرا نامہ بر اچھا لگا

نام میرا اس سے اُس سے پوچھنا
تو ہے کتنا دیدہ در اچھا لگا

تو ہے تو صابر ہے تیرے شہر میں
ورنہ کب تیرا نگر اچھا لگا



O

وہ مطمئن تو کر سکے اپنے جواب سے
کوئی حوالہ ڈھونڈھ رہا ہے کتاب سے

یہ کیا ہوا وہ آپ ہی پتھر کا ہو گیا
لایا تھا اک طسم جو افراسیاب سے

سُورج اُگا تو شہر بھی حرکت میں آگیا
کاریں، بسیں سڑک سے ملیں گلے گلاب سے

کل ہمسفر تھے آج نہ جانے کدھر گئے
کچھ لوگ آفتاب سے کچھ ماہتاب سے

○
کیسا یہ جبر و قهر ہے کچھ بولنے نہ پاؤں
حکمِ امیر شہر ہے کچھ بولنے نہ پاؤں

نفرتِ فساد و قتل ہے جنگ و جدال ہے
کیا نظامِ دہر ہے کچھ بولنے نہ پاؤں

زخمی ہے رُوح سارا بدن ہے لہو لہان
ہونٹوں کی خشک نہر ہے کچھ بولنے نہ پاؤں

ہر شخص اپنی اپنی آنکے ہے خول میں
کیا عجیب شہر ہے کچھ بولنے نہ پاؤں



سُر وِ عیش و شر ہے اور میں ہوں
قیامت کا سفر ہے اور میں ہوں

میں کیوں محدود رکھوں خود کو گھر تک
جہاں شور و شر ہے اور میں ہوں

اکیلا پن ہے اور تیری ہیں یادیں
دل آشفۃ سر ہے اور میں ہوں

تری آزادی ہو تجھ کو مبارک
مرا آباد گھر ہے اور میں ہوں

مقابل میرا، نکلا بھائی میرا
وہ اب سینہ سپر ہے اور میں ہوں

مرا نازک بدن اور اتنے ارمائ
غدر ہی بس غدر ہے اور میں ہوں

کک سوز و تڑپ اور کرب صابر
محبت کی ڈگر ہے اور میں ہوں





یہ تذکرہ تھا مرا انتخاب کیسے ہوا
جو خود سوال وہ خود جواب کیسے ہوا

ضرور کچھ تو رہا ہوگا میری میٹی میں
میں ایک ذرّہ خاکی شہاب کیسے ہوا

ہمارے دور میں پیسہ ہی ہے وقارِ حیات
یہ سچ نہیں! تو وہ عزّت مآب کیسے ہوا

تحبی نے جانا تھا سمجھا تھا اس کو پرکھا تھا
تری نظر میں، وہ خانہ خراب کیسے ہوا

بس اک صدائے آنا الحق پہ چڑھ گیا سولی
وہ اک سور در میں تھا بے جواب کیسے ہوا



جو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے، ہے جری کتنا
مرا شعور بھی حق کا ہے مدعی کتنا

یہاں تو خون بھی پانی کے مول بکتا ہے
تمہارے شہر میں ستا ہے آدمی کتنا

یہ چارہ سازی یہ غمزے یہ عشوے رہنے دے
بھرے گی زخم مرا تیری دل دہی کتنا

اُدھر تھی فوجِ ستم تیری، اور اُدھر میرے
بدن پہ صبر کی چادر تھی، کھینچتی کتنا

لبوں پر پیاس اور آنکھوں میں بے بسی کا غبار
وہ دشتِ کرب و بلا میں بھی تھا تیقی کتنا

تمام عمر کی لاچاریاں ہیں تیرے نام
تو میرا قرض اُتارے گی زندگی کتنا





بھیگی آنکھیں لئے ہنتے ہوئے جینا اُس کا
کتنا خوش بخت ہے جینے کا قرینہ اُس کا

وہ تو اک وقت ہے مل جائے گا المحہ بن کر
راتیں اس کی ہیں دن اس کے ہیں مہینہ اس کا

دیکھئے رنگ کیا لاتا ہے عداوت کا جنوں
میرا خخبر ہے، دہلتا ہوا سینہ اس کا

وہ جفا کش ہے ہنرمند ہے فن میں کیتا
خون کیا چیز ہے مہنگا ہے پیسہ اس کا

میں تو ہر حال میں جی لوں گا خوشی کیا غم کیا
میرا ہم راز ہے دم ساز ہے کیہنا اُس کا

وہ تماشا تھا تماشائی تھی بستی ورنہ
کس کو فرصت تھی کہ دیکھے بھی نگینہ اس کا





ہر رہ گذر پہ ایک نیا ہم سفر ملا
یوں عمر کا طویل سفر معتبر ملا

کس طرح جی سکا ہے آنا اپنی بیچ کر
پوچھوں گا زندگی میں بھی وہ اگر ملا

ہم کو تو سر چھپانے کو چھت بھی نہیں نصیب
تم خوش نصیب ہو تمھیں رہنے کو گھر ملا

نکلا ہے امن بانٹنے فتنہ گروں کے بیچ
کوئی تو اس جہان میں آشفۃ سر ملا

اُس کی خطا تھی جرم کا میرے تھا، وہ گواہ
بس اس خطا پہ جسم پر اُس کے نہ سر ملا

یہ کارگاہِ زیست بھی صابر جگہ ہے خوب
جو شخص بھی ملا ہے یہاں خوب تر ملا



O

شمارِ زندگی بدلے گا جب غماز بدلے گا
غزل کے شہر میں جینے کا پھر انداز بدلے گا

ابھی تو غم ہیں اور غم کے تھیڑے ہیں مگر اک دن
غموں کی دھوپ میں تپ کر مرا ہم راز بدلے گا

مری گفتار کے بربط سے جب بدلے گا تیرامَن
بھلا کر زندگی کی اُبجھنوں کو ساز بدلے گا

ابھی تو طائر افکار ہے ہلکی اڑانوں میں
خلا کی وسعتوں میں ہو کے گم پرواز بدلے گا

بدل دے چھت، در و دیوار، اپنے آپ کو صابر
یہ سب کچھ جب بدل جائے گا تب پھر کاز بدلے گا

O

رُتوں کی آگ کو مدد مات لکھدوں
تری خند ہے تو دن کورات لکھدوں

جو میری سوچ کے غاروں میں گم ہے
آ تیرے نام وہ سوغات لکھدوں

قلم میرا ہے تحریریں ہیں میری
جسے چاہوں اسے سُقات لکھدوں

یہ میرا گھر ہے میرا خانداں ہے
میں ان کے نام اپنی رات لکھدوں

شعور و فکر سے مجذ بیاں تک
تھے زخمی کس طرح لمحات لکھدوں

یہ یانا تو مرا اپنا ہے پھر بھی!
میں تبحکو کس طرح ہر بات لکھدوں



O

نیا لہجہ نیا ڈھب دیکھتا ہے
غزل کے شہر کو جب دیکھتا ہے

یہ کس کافر کی بزم مہ وشاں ہے
یہاں جو بھی ہے مطلب دیکھتا ہے

کرو گے جیسا تم ویسا بھروسے
خدا برتر ہے وہ سب دیکھتا ہے

اُلٹی ہے بساطِ دہر پل میں
وہ نگہ قہر سے جب دیکھتا ہے

اُسے تو لوگی ہے اپنے رب سے
فقیرا روز و شب کب دیکھتا ہے

اے انساں رکھ تو خود کو اپنی حد میں
ترا رب تیرے کرتب دیکھتا ہے

ادب کی زندگی کیا زندگی ہے
مرد جب، یہ ادب، تب دیکھتا ہے

•



مرے اندر مرا میں اور تو بھی
درون ذات آہ بھی اور ہو بھی

ضرورت کے لئے اک اور ضرورت
مجھے اک جام بھی ہو اک سُبو بھی

طرب انگیز یہ اظہارِ الفت
قیامت تو بھی تیری گفتگو بھی

تری تھی جتو میرے مکاں تک
میں بھٹکا تری خاطر کو بکو بھی

ہمارے چاک داماں پہ نہ ہنس تو
کہ دامن ہو چکا تیرا رفو بھی

ترا رشتہ ہے میرے خانداں سے
مگر مجھکو ہے تیری آرزو بھی

شرافت میری صابرگن ہے لیکن
مری رگ رگ میں بہتا ہے لہو بھی





غزل پھر چھیر دی ہے بیٹھے بیٹھے
تری یاد آگئی ہے بیٹھے بیٹھے

سمندر کی تھوں میں جھانکتے ہو
یہ کیا دیوانگی ہے بیٹھے بیٹھے

مزاج دہر کو سمجھا ہے جس نے
اسے دُنیا ملی ہے بیٹھے بیٹھے

نہ دن کو چین ہے نہ شب کو آرام
یہ کیسی بے کلی ہے بیٹھے بیٹھے

یہ بخشش ہے مرے ضبطِ الہم کی
خوشی اب زندگی ہے بیٹھے بیٹھے

تو اپنے آپ کا پہلے تو ہو جا
یہ ہستی پھر تری ہے بیٹھے بیٹھے

مری زندہ دلی بھی آج صابر
تماشا بن گئی ہے بیٹھے بیٹھے





میں نے لکھ لکھ وقت گنوایا تم اب پڑھ پڑھ وقت گنواد
اک اک لفظ میں مینے اپنی الجھن رکھدی تم سمجھواد

فسق وریا کی ہے یہ دُنیا حرص و ہوس کے مارے لوگ
میں نے سب کچھ جان لیا ہے تم اب مجھ کو مت سمجھاؤ

اپنوں کے خون سے اپنی ہی ہر دم پیاس بجھاتے تخل و شجر
ہو گے نشانہ تم بھی ان کا نیک پرندو اڑ بھی جاؤ

پہلے جلاتے تھے اپنے گھر اب ہیں جلاتے گھر اور ووں کے
کچھ تو ہوئے ہیں ہم بھی مہذب کچھ تو ہوا ہم میں بدلاو

صحراء صحراء وادی وادی جنگل جنگل منگل بھی ہو
ٹوٹ کے سب کے چاہئے والے تم ہو تو کچھ کر دکھلاؤ



○

نام و نمود عزت و شہرت لقب سے دور
کیسا عجیب شخص ہے رہتا ہے سب سے دور

راس آگیا ہے اُس کو بھی رشتؤں کا رکھ رکھاؤ
رہنے لگا ہے اب وہ حسب سے نسب سے دور

رفارِ وقت پاؤں کی زنجیر بن گئی
اس دور میں دُعا میں بھی ہیں اپنے رب سے دور

اُس کو گھمنڈ کھلیے ہے اربوں میں ان دنوں
مجھکلو ہے ناز میں ہوں ارب سے کھرب سے دور

صابر مرے وجود کا چی پی کے رنگ و نور!
اب حرمتیں بھی رہنے لگی ہیں طلب سے دور

●



جو کل تک تھا وہی ہے آج بھی کس بل ہواوں میں
بلا کا شور دشیر ہے زور ہے چنچل ہواوں میں

اُسے ہے فخر اپنی آن کا فوجوں کے ڈل بَل پر
ابھی اڑ جائے گا اک پل میں سارا دل ہواوں میں

فضائیں ہو رہی ہیں صندلی ہر سمت خوشبو سے
سمٹ کر یہ کھاں سے آگیا صندل ہواوں میں

امد کر اب ہی آئے تھے بجھانے پیاس دھرتی کی
مگر یہ کیا ہوا سب اڑ گئے بادل ہواوں میں

ئی تہذیب کا یگ ہے دوپٹہ سر پہ یوں رکھنا
کہ اڑ جائے نہ پھر سر سے ترا آنچل ہواوں میں

از اے جائیں گی تجھ کو بھی، تیرا گھر بھی، بستی بھی
ابھی وہ سرکشی وہ جوش ہے پاگل ہواوں میں





غنیمت ہے وہ دلفظوں میں لکھ دیتا ہے حال اپنا
وگرنہ لوگ دھلاتے ہیں لکھنے میں کمال اپنا

اٹھا لیتا ہے جب خود اپنے ہاتھوں میں وہ جال اپنا
شکار اس کا سمجھ لیتا ہے بس آپنچا کال اپنا

ہمیں کیا ہم تو پیدا ہوتے ہیں مر نے کی حرمت میں
جسے جینے سے رغبت ہو وہ دیکھے بھی مآل اپنا

تجھے آنا ہے کل بس کہدیا کل تجھ کو آنا ہے!
اٹھا رکھ اور موقعوں کے لئے یہ قیل و قال اپنا

ادھر آئے ہیں تو جی بھر کے شب تک سب سے مل جل لیں
گزر ہوگا ادھر سے پھر کہاں آئندہ سال اپنا

یہ گھر جیسا بھی ہے اپنا ہے اس کو گلتاں رکھنے
یہ وہ گھر ہے بندھا ہے جس سے صابر بال بال اپنا





میرا ہر لفظ آنکھ تر نکلا
میں جہاں نکلا باہسر نکلا

آپ بھی کس کی بات کرتے ہیں
وہ تو بس ایک بازیگر نکلا

لاکھ دنیا رہی تھی اُس کے خلاف
اس کا ہر عزم معتبر نکلا

میں نے دیکھا جو اُس کا دل آباد
میرے اندر بھی اک نگر نکلا

بات اُس غیر گھر کی تھی صابر
کیا ہوا وہ جو اپنا گھر نکلا





دن کا اُجالا شب کے اندھروں کے درمیاں
جیسے کہ وہ ہے چاہنے والوں کے درمیاں

تنهائیوں میں آج مجھے یاد آگیا!
وہ شخص کل تک تھا جو یاروں کے درمیاں

اے سنگِ دست تیری بہاروں کے دن گئے
پاگل نکل گیا ہے پہاڑوں کے درمیاں

اُس کو سُکوتِ شب کے بکھرنے کا کیا ملاں
جو تھک کے سُو گیا ہے کتابوں کے درمیاں

للّهِ نام لے کے پُکارے کوئی مجھے
میں کھو کے رہ گیا ہوں سوالوں کے درمیاں





جُدا ہوا بھی وہ ہم سے جُدا نہیں بھی ہوا
یہ حادثہ بھی ہوا حادثہ نہیں بھی ہوا

عجب سفر تھا کہ بس ہم سفر تھے ماہ و نجوم
یہ قافلہ بھی ہوا قافلہ نہیں بھی ہوا

نہ جانے کیسے کیا اُس نے خیرو شر کا حساب
کہ ایک پل میں ہوا فیصلہ نہیں بھی ہوا

نظر بھی کی تو یوں مجھ پہ کہ جیسے کی ہی نہیں
نظر میں اُس کی میں اچھا ہوا نہیں بھی ہوا

وہ رہ کے ذات کے باہر بھی اپنی ذات میں تھا
مرا ہوا بھی وہ صابر مرا نہیں بھی ہوا



خشک ہونٹوں پر تبسم جاگنا مشکل ہوا
میرا لجھے ہی مرے اظہار کا قاتل ہوا

ہو گئی تھی دن ہر عظمت مری پچان کی
پھر وہ تھی کیا بات کہ میں رونقِ محفل، ہوا

مانتا ہوں تو قطب بن کر مرے اندر رہا
تیری درویشی سے لیکن مجھکو کیا حاصل ہوا

پر لگا کر اڑ گئیں شہزادیاں تفہیم کی
اب مجھے کچھ اُس کو سمجھانا بڑا مشکل ہوا

حوالوں نے فاصلے منزل کے یوں طے کر دیے
تندر طوفاں ہی مرا ساحل مری منزل ہوا

کاغذوں کی قید میں نہ ہم تھے ہم نہ دل تھا دل
جب ہوئے آزاد تو ہم ہم ہوئے دل دل ہوا

لمحہ لمحہ ٹوٹ کر بکھرا ہوں میں لفظوں کے پیچ
تب کہیں جا کر مرے فن میں ترے قابل ہوا

اب کہاں وہ قربتیں گھُل میں کے صابر بیٹھنا
چاہتیں گھائیں ہو میں خُن نظر بکمل ہوا



○
آج انساں کی خلااوں میں بھکتی ہے نظر
زندگی بحرِ الم، موت کنارا اللہ!





شائستگیِ حُسن کو زلفِ دوتا میں دیکھ
اک پیکرِ حیا ہے وہ ہر ادا میں دیکھ

ساقی میں دیکھ اور نہ جامِ سخا میں دیکھ
لغزش کو میری خود مرے جرم و خطای میں دیکھ

خاموش رہ کے میں نے زبانِ تجھ کو بخش دی
اب کیا ہے تو یہ اپنی ادائے جفا میں دیکھ

وہ تیری جلوہ گاہ ہو یا میری بزمِ شوق
نورِ خدا ہے جلوہ نما ہر فضا میں دیکھ

کس طرح جی رہا ہے بشر آج یہ نہ پوچھ!
جو دیکھنا ہے آئینہ ماسوا میں دیکھ

صابر جو تو نے مانگا وہی تجھ کو مل گیا
اتنا اثر تو ہے ابھی تیری دعا میں دیکھ





ذہن میں ماضی کی پھر گلکاریاں آنے لگیں
بھیکے بھیکے موسموں کی تسلیاں آنے لگیں

فصلِ نفرت کٹ گئی غارت گری کے دن گئے
زندگی کی جھیل میں مرغابیاں آنے لگیں

کچھ نہ کچھ تو ہے تعلق تیرا میری ذات سے
تیری یاد آتے ہی مجھ کو ہچکیاں آنے لگیں

اک خلش سقاک دل میں بس گئی تو یہ ہوا
دوستی کے نیچ فتنہ سازیاں آنے لگیں

اُس کے بوسیدہ لبوں پر تربیت کردہ ہنسی
خشک نخلستان میں شادابیاں آنے لگیں

آگ سے زخموں کی صابر جل نہ جائے قصر جاں
اب تو شہرِ دل تملک چنگاریاں آنے لگیں



○
کہتے نہیں ہیں کچھ بھی مگر لب پہ آہ ہے
کیا خوب عاشقوں کا طریقِ نباہ ہے

میں تیری جتو میں پھرا ہوں کہاں کہاں
کیا پوچھتا ہے دیکھ جو حالِ تباہ ہے

کیا کیجئے گارہ کے مرے دل میں اے حضور!
دل کیا ہے یاس و غم کی اک آماجگاہ ہے

یہ ڈر ہے شوقِ دیکھ بڑھ کر اٹھا نہ دوں
جو ان کے رخ پہ پردہ زلف سیاہ ہے

تو حسنِ لمِیزِ ل کا یہے اک عکسِ خوشِ جمیل
دیکھوں نہ میں جو تجھکو تو یہ بھی گناہ ہے

O

نظر نظر سے مل گئی حیات مُسکرا اٹھی
ہوئی جو تم سے دوستی حیات مُسکرا اٹھی

کسی طرح بھی ہجر میں ملی نہ لذتِ الم
ترا خیال آتے ہی حیات مُسکرا اٹھی

عجیب ہے یہ دل لگی کہ غم میں سیکڑوں مگر
نگاہ تم سے ملتے ہی حیات مُسکرا اٹھی

بہت ہی خوش نصیب ہوں کہ تیرے غم میں کھو کے بھی
لبوں پہ آگئی ہنسی حیات مُسکرا اٹھی

تری نگاہ ناز کا کرشمہ یہ عجیب ہے
کہ دل پہ برق سی گری حیات مُسکرا اٹھی

•



چہرہ لپو بشاشت ہے نہ ہونٹوں پر ہنسی ہے
کیا صحیح ازل کا حسین انسان یہی ہے

ہم اہل گلتاں ہیں ہمیں فکر گل و خار
تم اہل ہوس ہو تھیں بس اپنی پڑی ہے

بس ایک قدم ایک قدم ایک قدم اور
منزل تری وہ دیکھتے ہے پاس کھڑی ہے

ہر شخص کو دعویٰ ہے یہاں راہ بری کا
کیا اتنا ہی آسائ ہنر راہ بری ہے

اس دور میں احساس بھی بکتا ہے سُخن بھی
وللہ بڑی چیز میری بے سُخنی ہے

الجھا ہے ابھی مسئلہ زیست میں صابر
حالات کی زنجیر بڑی زنگ لگی ہے





آپ جب سے مرے حالات سے وابستہ ہوئے
مسئلے کتنے مری ذات سے وابستہ ہوئے

میرا کیا میں تو اندھروں کا تھا خوگر لیکن
تم کو کیا سوچھی جو ظلمات سے وابستہ ہوئے

کیا قیامت ہے کہ مجھکو ہی ملے سیکڑوں غم
حادثے میرے ہی حالات سے وابستہ ہوئے

اشک خون، آہ و فغاں، کرب و کک، درد و الم
آج ہم عشق کی سوغات سے وابستہ ہوئے

تھے جو دیوانے وہی دیز و حرم تک پہونچے!
ہوش والے ہی توهمندات سے وابستہ ہوئے

مرے اشعار میں کچھ اور نکھار آیا ہے
جب سے وہ میری غزلیات سے وابستہ ہوئے

○

تفنگ و تیر کی ہر جنگ لڑتا ہے سپر والا
یہ چج ہے پرمزہ جب ہے مقابل ہو جگر والا

لپ اظہار پہ گولاکھ خاموش کے پھرے ہوں
زبان حال سے سب جان لیتا ہے ہنر والا

وہ عشرت جو یہ غُرت خواہیں دونوں طالب دنیا
اُدھر ہے سیم وزر والا اُدھر ہے چشمِ تر والا

شکستہ نبض کا ہیدہ ہیو، اور ٹوٹی سانیں
کوئی سمجھے نہ سمجھے سب سمجھ جاتا ہے گھر والا

نئی تہذیب کا یہ عهد ہے سب الٹا پلٹا ہے
یہاں بینا ہے نابیا اور انداھا ہے نظر والا

●

O

دوست رخصت ہوئے سب کر کے بہانے ہم سے
ایسی کیا بھول ہوئی آج نہ جانے ہم سے

ہم سے رونق ہے ترے شہر کی جاں ہیں، ہم لوگ
کتنے روشن ہوئے شائستہ گھرانے ہم سے

لاکھ خودار سہی پھر بھی یقین ہے ہم کو
ڈھونڈھی لے گا وہ ملنے کے بہانے ہم سے

پہلے احساس سے محروم تھے اب سر ہے نہ جسم
بدلے کیا کیا نہ لئے تو نے زمانے ہم سے

مت اگاؤ در و دیوار پہ یا ڈوں کے نقوش
دیکھے جاتے نہیں منظر یہ سہانے ہم سے



چمن اُداس پریشاں ہے ہر کلی کا مزاج
بہار آئی مگر لے کے ابتری کا مزاج

زمانہ بدلا چلن بدالے ہر روٹ بدلی
فضائیں بدلیں ہیں بدلا ہے آدمی کا مزاج

خدا کے واسطے بدلونہ یوں نظر مجھ سے
تمام عمر ستائے گا بے رُخی کا مزاج

قلم اٹھاؤ کرو حل مسائل ہستی
کہ فکر بدلی ہے بدلا ہے شاعری کا مزاج

قصیدہ، لظم ہو قطعہ ہو یا رباعی ہو!
غزل کے حال پہنھرا ہے شاعری کا مزاج

ترڈپ ترڈپ کے ستاروں نے جان دی دم صحیح
اب آبھی جاؤ کہ برہم ہے چاندنی کا مزاج

ہوں اپنے شہر میں خود آج انجیں صابر
ہر اک سے پوچھ رہا ہوں گلی گلی کا مزاج



آبناے

○

ریاضت ہی عبادت ہے
عبادت میں فناعت ہے

فناعت سے شفاعت ہے
شفاعت ایک نعمت ہے

چلو کچھ اور جی لیں ہم
کہ جینا بھی عبادت ہے

خلوص و عجز پیار و انس
محبت ہی محبت ہے

ملو اخلاق و چاہت سے
یہی تزئین الفت ہے

قرابت دوستی صابر
خدا کا قرب رحمت ہے

●

O

جاگتی آنکھوں سے دیکھوں تو تجھے کیا دیکھوں
نیند آجائے تو خوابوں میں سر اپا دیکھو

کیا عجب آرزو بیدار ہوئی ہے دل میں
خود بھی تڑپوں اور انھیں بھی میں تڑپتا دیکھوں

کاش بندھ جائیں اخوت میں مرے شہر کے لوگ
ہر گلی کوچہ میں اخلاص کا دریا دیکھوں

اس کو مارا تو اُسے قتل کیا اے مولا!
تیرے بندوں کا کہاں تک یہ تماشا دیکھوں

اے خدا اس کی رفاقت میں وہ دن بھی آئے
خود کو بیمار اسے اپنا مسیحا دیکھوں

تیرا آنا بھی قیامت سے نہیں کم شاید!
آنے والے میں کہاں تک ترا رستہ دیکھوں

•

O

ہر قدم پر مجھ کو جب ٹھوکر لگی
زندگی کچھ اور بھی سندر لگی

وہ اگر خود سر تو میں خوددار تھا
بات سنتا اس کی کیوں نشر لگی

کون جانے کس گھڑی ہو جائے مات
زندگی ہے موت کی شہ پر لگی

جل رہا ہے جس میں انساں کا وجود
آج ایسی آگ ہے ہر گھر لگی۔

وہ جہاں دیدہ تھا دُور اندیش تھا
بات جو اس نے کہی دل پر لگی

●



قطعات و اشعار

قلبِ سوزاں غمِ دوراں کے غزلِ خواں جاگے
 نازشِ دیر و حرم فرِ شبستان جاگے
 کچھ تو تاثیرِ دکھائی ہے میرے شعروں نے
 ایک مدت سے جو سوئے تھے وہ انساں جاگے



زلفِ ساقی کی نہیں غم کی پناہیں ڈھونڈھو
 دردِ انساں کو جگا دیں وہ نگاہیں ڈھونڈھو
 زندگی اب وہ نہیں ہے جو کبھی تھی یار و
 زندہ رہنے کی جو راہیں ہیں وہ راہیں ڈھونڈھو



نئی حیاتِ نیا رنگ و نور ملتا ہے
 غرور چھوڑ کے دیکھو سرور ملتا ہے
 درتیچے ذہن کے کھلتے ہیں فکر و فن کے لئے
 مذاقِ شعر و سخن کو شعور ملتا ہے





جب کہے گا تو لہو ہے پی، تو پینا ہے مجھے
زندگی دے کر کہے گا جی، تو جینا ہے مجھے
یوں ہی کٹ جائیگی یہ عمر رواں دکھ سکھ کے ساتھ
حکم جب ہوگا گریباں سی، تو سینا ہے مجھے



لاکھ غم لاکھ الہم لاکھ شرارے دل میں
تیری خوشیوں کے لئے حلقة غم چاہا ہے
مُسکراایا ہوں زمانہ میں زمانے کے لئے
میں نے غم ہی سے مداوائے الہم چاہا ہے



کس کا غم سمجھا ہے کس نے کون کسی کا ہے یہاں
خود پرستوں کا ہے اک جمگھٹ جہانِ رنگ و بو



کک سانسوں میں جب اُتری تو چانا
رفاقتِ مصلحت سے دور کب تھی





میں کیا ہوں اور تو کیا ہے ذرا عرفان کرنے دے
 خرد کو بیعتِ دستِ جنوں اک آن کرنے دے
 چلا آؤں گا اس کے بعد میں تیری پناہوں میں
 مجھے پہلے کتابِ زندگی قرآن کرنے دے
 سحر آئیگی کب آئے گی اور آئے بھی نہ آئے
 ابھی تو شب ہے اور شب کا مجھے ایقان کرنے دے



نہ سر اٹھاؤ ابھی قتل عام کر دیں گے
 یزیدی لوگ ہیں جینا حرام کر دیں گے
 یہ شہر کوفہ نہیں ہے مگر یہاں کے لوگ
 تجھے بلائیں گے قصہ تمام کر دیں گے
 تو ایک بار ہمیں اپنا کہہ گلے سے لگا
 متاع عمر رواں تیرے نام کر دیں گے





میں بڑھا تو میرے پیچھے سارا منظر رہ گیا
قافلہ تو قافلہ تھا قافلہ گر رہ گیا

لوٹنا ہے لوٹ بھی لے سوچ کر کیا پائے گا
آج سارے شہر میں بس اک مرا گھر رہ گیا

جب کھلے پھائک فصیل شہر کے تو یوں ہوا
سب تو اندر جا چکے تھے میں ہی باہر رہ گیا



طلب میں سر کی جو اُس کا نہ سر پھرا ہوتا
نہ شر ہوتا حسین ہوتے معركہ ہوتا

وہ اک شقی خاطلب اُس کی تھی بہتر ۷۲ سر
دو ایک سر سے بھلا اس کا کیا بھلا ہوتا

وہ سنگ باری تھی چھت اپنی اوڑھ لی ورنہ
تمھارا شیش محل میرا مقبرہ ہوتا





رُخ سے نقاب تم نے اٹھا دی بُرا کیا
ہلچل سی میرے دل میں مچا دی بُرا کیا

اب مجھ سے بارِ زیست سنھلانا بھی ہے محال
نظروں سے تم نے اتنی پلا دی برا کیا

ہم جی رہے تھے جس کے سہارے اک عمر سے
وہ شمعِ غم بھی تم نے بجھا دی بُرا کیا



حسیں فریب بن کے مجھ کو آسروں نے ڈس لیا
یہ کیا ہوا کہ دوستی میں دشمنوں نے ڈس لیا

سُرور و کیف کیا لئے کہ زندگی ہی لٹ گئی
مجھے نگاہ ناز تیری جنبشوں نے ڈس لیا

الم کدے سے دور تھی نہ کچھ خوشی کی رہ گذر
مگر وہ کیا کرے کہ آنسوؤں نے ڈس لیا

O

ان دنوں ہم کیا لکھیں تجھکو پریشانی میں ہیں
خشک شاخیں سبز موسم میں بھی ویرانی میں ہیں

کیا کہے جائیں قصے اب زیوں حالی کے بعد
وہ بھی پتھر ہو گیا ہے ہم بھی حیرانی میں ہیں

خود سری کوتاہ فنہی، کچ کلاہی، اپلہی
خوبیاں یہ سب ہمارے ظلت سُجانی میں ہیں

آنکھ بھر منظر لیا تھا اُسکی دادِ عیش کا
اس خطائے بے خطا پر قہر سلطانی میں ہیں

O

خوشبو ہے کہ وہ خود ہے، پہلی ہے کوئی ہے
ہر زخم سے اک ٹیس سی اٹھتی ہے، کوئی ہے

آ آ کے ستاتا ہے، جگاتا ہے سحر تک!
ہاں جس نے مری نیند اڑائی ہے کوئی ہے

آبنائے



کے پتہ تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا ہوگا
وہ ہوں گے پاس مرے پھر بھی فاصلہ ہوگا

خلوص کیا ہے تعلق کی منزلیں کیا ہیں
جو ان کے نیچ رہا ہے وہ جانتا ہوگا



مرے وجود کو یوں اس نے رنگ و نور کیا
کہ میرا نام بھی اب پانچویں سوار میں ہے

نئے لہو کا سفر ہے سنہجل سنہجل کے چلو
کہ اس سفر کا افق ہر قدم غبار میں ہے



جو سر لیا ہے تو سر کا عذاب کائے گا
تمام عمر وہ اب آفتاب کائے گا





رفاقتؤں کا زمانہ گذر گیا کب کا
کدروں پہ گزارا ہے آج ہم سب کا
نہ تم ہمارے لئے ہو نہ ہم تمہارے لئے
تمہارا ہم سے تعلق ہے صرف مطلب کا



میں بندہ ناخلف ہو وہ ہجرت نصیب ہوں
اک عمر بھی چلوں تو مرا گھر نہ آئے گا
آننا تھا جس کو آچکا بن کر نقیبِ صحیح
اب کوئی رہنمای کوئی رہبر نہ آئے گا



عجب ہے نشہ شہرت عجب ہے اس کا فتور!
جب اُس کو دیکھئے نشہ میں چور ملتا ہے



دیکھئے کہ دیکھنے کی چیز ہے!
دل مرا اک کر بلا ہے ان دنوں



غم بھر ہم رے موت کے منتظر
موت ہم سے ملی زندگی کی طرح

سانحہ ارتحال پر:-

شاہِ غزل

(محمد علی تاج بھوپالی)
۱۹۴۸ء

اے تاج ! خوش خصال و خوش اخلاق و خوش سخن
 کہتے تھے جھکو شاہِ غزل اہل فکر و فن
 تو گلستانِ شعرو ادب کا تھا اک گلاب
 تیرے بغیر ہو گئی سونی ہر انجمن!

دست بستہ، دل شکستہ چشم ہے اشک لہو
 یا الہی مغفرت واردِ امید از لطف تو

گوہر بحر عدن

(حکیم سید قمر الحسن، ایڈیٹر روزنامہ "ندیم"، بھوپال) نومبر ۱۹۸۱ء

پاک طینت پاک باطن پاک اندازِ سخن
نازشِ فہم و فراست آبروئے علم و فن
تیرے ہی دم سے تھا عزم کوکن کا بانکپن
شخصیت تیری تھی گویا گوہر بحر عدن



تیرے ہی جہدِ مُسلسل کا صلہ ہے یہ "ندیم"
اپنی منزل کی طرف بہ حوصلہ ہے گامزن
تو نے دی اردو ادب کو اک مشاہی زندگی
بچھکو کہتے تھے شہنشاہِ صحافت اہلِ فن



تو نہیں تو آج ہر شے ہے ترے غم میں اُداس
تیرا ماتم کوکو ہے انجمن در انجمن
کھو گیا ہے کون سی تاریکیوں میں جا کے تو
بچھکو پائیں گے کہاں کچھ تو بتا قمر الحسن



آجنا

ایوانِ ادب کا گھر پارا

(جاتی تھا آزاد) جولائی ۲۰۰۷ء

نامه

مشجر صنعت

آہنے

شعری مجموعہ

”حدب“

سے چند غزلیں



راحت بکی، سکون بکا، ذہن و دل بکے
ہم ریزہ ریزہ ہو کے بکے مثل گھل بکے!



اُس سے میں نا آشنا تھا، جستجو لکھتا رہا
عمر بھر اللہ ہو اللہ ہو لکھتا رہا

جب تک جانا نہ تھا میں اور جب جانا اے
اس کی اک اک بات کو پھر باوضو لکھتا رہا

بے زمینی تھا مقدر سلسلہ در سلسلہ
پھر بھی وہ لا تقطفو لا تقطفو لکھتا رہا

جسم پت جھڑ روح بخیر سوچ پھر، سلسلہ
اور میں اک سر پھرا صحراء کو جو لکھتا رہا

تنگ اس کے ہاتھ میں تھی، ہاتھ میں میرے قلم
وہ لہو لکھتا رہا میں آہ و ہو لکھتا رہا



○

خواب لکھے ہیں تو پھر ان خوابوں کی تعبیر لکھ
اے مرے شاعر تو اپنے عہد کی تقدیر لکھ

آج کے چڑھتے ہوئے سورج کی تابانی بھی دیکھ
اور باقی ہے کہاں تک ظلمت شب گیر لکھ

ہو مرتب وقت کی تاریخ جس کے خون سے
کوئی ایسی خونچکاں اندوہ گیں تحریر لکھ

جس نے تپتی ریت پر لکھی تھی رُودادِ الٰم
کچھ تو اس کے نام اپنے شعر کی جا گیر لکھ

میں بیاضِ وقت پر لکھا گیا ہوں بر طرف
مجھکو میری ذات پر مارا گیا اک تیر لکھ

O

میرا خالق جب مری تخلیق کے مرحلے میں تھا
فرش کیا ہے عرش سارا نت نئی ہاچل میں تھا

لمحہ پر کیف جاں سے لمحہ جاں سُوز تک
میں جہاں بھی تھا شکست و ریخت کی دل دل میں تھا

جس سے مل جاتی مرے معصوم بچے کو حیات
اُس کے دریا کا وہ اک قطرہ مری چھاگل میں تھا

چل دیئے سب لاد کے کاندھے پہ دن بھر کی تھکن
جانے کیا اک اشارہ شام کے آنچل میں تھا

ہو گئے تھے زرد سب پتے خزاں کے خوف سے
رنگ وہ پھیلا تھا چاروں سمت جو صندل میں تھا

کر سکی پیدا زمیں ایسا نہ منظر آج تک
جیسا پراند وہ منظر وادیٰ کربل میں تھا

لے گئی اے جاں شب فرقہ اُسے بھی اپنے ساتھ
اب کہاں وہ رنگ ہے جو کل ترے کا جل میں تھا

●

ظلم کے پیکر میں ڈھل کر جب ستمگر آئے گا
نوک نیزہ کی بلندی پر مرا سر آئے گا

تو ابھی نا آشنا ہے جزو دم سے وقت کے
ایک دن تیری بھی آنکھوں میں سمندر آئے گا

وہ شفقت چہرہ دھنک تن لحظہ لحظہ گل بہار
جب ادھر وہ آئے گا منظر بہ منظر آئے گا

لکھ دیا ہے اک عریضہ بے بسی نے اُس کے نام
چھوڑ کر گھر جو گیا ہے وہ قلندر آئے گا

دھیرے دھیرے اُگ چکی ہے کشت نفرت ہر طرف
کاٹ لے یہ فصل کب ایسا پیغمبر آئے گا

لکھ رہے ہیں اپنے ہاتھوں سے جو اپنا بخت آپ
ایک دن خود ان کے گھر بخت سکندر آئے گا

وہ ابھی ہے قید میں صابر امیر شہر کی
جب فصیل شہر ٹوٹے گی تو باہر آئے گا



کتابِ زیست کا ہر باب اُس کواز بر تھا
وہ اپنے آپ میں سمجھا ہوا سمندر تھا

سر اپا عزم و عمل پیکر خلوص و کرم
ہمارے شہر کا ہر آدمی پیغمبر تھا

میں تجھ سے ٹوٹ کے ملتا تو کس طرح ملتا
دل و نظر میں سوالوں کا ایک دفتر تھا

زمین بوس رہے جتنے بخت والے تھے!
وہ سر بلند ہوئے جن کا عزم پتھر تھا

پناہ ایسے مکاں میں بھی لے چکے ہم لوگ
نہ سائبان تھا جس میں نہ کوئی چھپر تھا

حسین خوابوں کا پروردہ ایک شہزادہ
حصارِ ذات سے نکلا تو ایک پتھر تھا





جھکا دیا تری چوکھٹ پے جان سر اپنا
کوئی تو ہو جسے کہدوں میں بے خطر اپنا

کوئی پیام کوئی خط نہ لکھنا اب مجھ کو
رہا نہ کوئی ٹھکانہ نہ کوئی گھر اپنا

قدم قدم لپ ساحل یہ کس کے نقشِ قدم
تمام شب یہ رہا کون ہم سفر اپنا

مرے خلاف جو سازش میں پیش پیش رہا
وہی تھا ایک ہزاروں میں معتربر اپنا

ہے تیرے سامنے ہی چوٹھی سمت شہزادے
نشانی چھوڑ گیا ہے پرندہ پر اپنا

نہ کوئی کیفیتِ دل نہ کوئی خط نہ پیام
جواب میں مجھے بھیجا ہے اس نے سر اپنا



آبنائے

O

نہ سر اُٹھا کے ترے اختیار میں کب ہوں
ہاں تیری جیت میں ہوں اپنی ہار میں کب ہوں

تجھے تو سب نے زلینخائے شہر گردانا!
میں ہو کے یوسفِ کنعاں شمار میں کب ہوں

لب فرات ترا جشن میری تشنہ لبی
میں قہر میں ہوں ترے اختیار میں کب ہوں

مرا جد تھا مگر اختیار میں کب تھا
مجھے نہ ڈھونڈو میں اپنے مزار میں کب ہوں

مرا حساب تو کرتا ہے آئینہ میرا
میں روزِ حشر! ترے انتظار میں کب ہوں

●



زندگی بھیک نہ ہوتی تو قیادت کرتا
چاند سورج کے قبلے کی امامت کرتا

سُوچ کے پیڑ میں پتا نہ کوئی پھول نہ پھل
ایسے موسم میں تری کون عبادت کرتا

اُس نے لٹکا دیا سورج کو سوا نیزے پر
کس میں ہمت تھی کہ اب اُس سے بغاوت کرتا

ٹوٹی سانسوں کی قسمت میں نہ تھا یومِ نجات
میں بھی کیا کرتا جو جینے کی نہ حضرت کرتا

شہر در شہر سفر لطفِ صعوباتِ سفر
شاخ پر بیٹھا پرندہ بھی، ہجرت کرتا





کیا پتہ کیا تھا اُدھر اور کیا نہ تھا
قد مرا دیوار سے اوپنچا نہ تھا

ذہن مردہ، جسم بے جس بے لباس
میں نے وہ دیکھا ہے جو دیکھانہ تھا

بھاگتا پھرتا ہوں اپنے آپ سے
ایسا بھی ہوگا کبھی سوچا نہ تھا

ملکھ بگڑے سے چہرے ہر طرف
زندگی پہلے تجھے دیکھا نہ تھا

مسئلے کچھ لکھ گیا دیوار پر
ایک دیوانہ جو دیوانہ نہ تھا

اس کی لاکھوں میں یہی پہچان تھی
قبر پر اس کی کوئی کتبہ نہ تھا

جس نے جو مانگا اسے وہ دیدیا
اے خدا کیا میں ترا بندہ نہ تھا



O

لبوں کو نشہ گفتار کیا
زبان دی ہے تو پھر انکار کیا

قبیلہ مقتضی ہے جس کے سر کا
وہ سر کیا ہے وہ سردار کیا

لگا اک اور خنجر زخمِ دل پر
تو میرا یار ہے تو یار کیا

نہ راس آئی مجھے میری زمیں بھی
نا ہوں میں یہاں ہر بار کیا

اُسے کچھ کر گذرنے کی ترب پتھی
دوانہ سہہ گیا ہر وار کیا

آبٹائے

ہماری خوش لباسی بھی عجب ہے
بدن پر رج گیا بازار کیا

میاں یہ سب تو ہوتا ہی تھا اک دن
جلاء ہے گھر تو استفسار کیا

یہ بستی مصلحت در مصلحت ہے
چلن کیا یہاں کردار کیا



آبنائے

شعری رویے اور اسلوب فن کی بابت

چند آراء

○ پدم شری ڈاکٹر بشیر بدر

غزل ایک منہ بندگی کی طرح ہوتی ہے۔ جب آپ اسے ہوا اور شبہم کی طرح چھوٹے ہیں تو یہ ملاب کی پرتوں کی طرح کھل جاتی ہے اگر آپ غزل کے مزاج کے آشنا نہیں اور آپ کو گنجینہ معنی کے طسم کو کھو لئے کافی نہیں آتا تو آپ کو صابر ادیب سے تھوڑی مایوسی ہو گی لیکن اگر آپ میر و غالب کو سمجھ سکتے ہیں اور اپنے عہد میں آکر حضرت فیض اور فراق کو سمجھ سکتے ہیں تو آپ کو صابر ادیب کے کلام میں بہت اچھے اور بچے شعر میں گے۔ آپ ان کی کتاب اٹھا کر دیکھئے تو اس میں آپ کو آج کی پوری زندگی نظر آئے گی۔ ہم جب تک زندہ رہتے ہیں دنیا کی کسی زبان میں ایسا مجرہ ہوا ہی نہیں کہ زندگی میں ہی طے کر دیا گیا ہو کہ ہم کس کلاس کے شاعر ہیں۔ اول، دوم یا سوم لیکن یہ طے ضرور کر دیا گیا کہ ہم شاعر ہیں یا نہیں۔ تو صابر ادیب شاعر ہیں شاعر ہونا بہت بڑی بات ہے۔

شاعری کسی کے دلیل سے پڑھنے میں سمجھ میں نہیں آتی۔ شاعری کو اگر آپ براہ راست پڑھیں گے تو ایک نئی دنیا کا انکشاف آپ پر ہو گا۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جب صابر ادیب کی شاعری کو پڑھیں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ آپ صابر ادیب کی بنائی ہوئی ایک نئی غزلیہ دنیا میں رہ رہے ہیں

(”حدب“ کے اجرام کی تقریر سے اقتباس)
مہر علیہ السلام
فیصلہ آذانہ مکتبہ
عینہ آذانہ مکتبہ

شعری مجموعہ حدب سے اقتباسات

○ ڈاکٹر یعقوب یاور

صابر ادیب جو الفاظ کا ساحر ہے۔ جو فکر کی چاشنی دلوں میں گھوتا ہے۔ اور جو سچ کا طرفدار اور باطل کا دشمن ہے۔ قدروں کی پاسداری کو جزو ایمان سمجھتا ہے۔ جس کی لفظیات جملیات سے پوست رہتی ہوں۔ جہاں معنی کی نت نتی جلوہ سامانیاں ہوں۔ جس کی نظر میں یہ عالم آب و گل خیال سے افضل ہو۔ جس نے اپنی سماعت اور بصارت کو ہمیشہ معروف کار رکھا ہو

آبنائے

جس کی شاعری میں ایک دنیاۓ رنگ دبو آباد ہو۔ جو محبت کرنے اور نفرت کو جھیلنے کا عادی رہا ہو۔ جو اپنے دل میں ایک درد مند دل رکھتا ہو۔ بھلا اُس کی آواز ایسے ماحول میں اپنی اہمیت کا کیا جواز پیش کر سکتی ہے۔ تو کیا صابر ادیب کو اپنی زبان بند کر لئی چاہیئے؟ کیا صابر ادیب کو اپنا شعری مجموعہ "حدب" پیش نہیں کرنا چاہیئے تھا؟

اگر ان سوالوں کا جواب آپ نقی میں دے رہے ہیں تو رکھ دبھے اس مجموعہ کو کہ یہ خزانہ آپ کے مطلب کا نہیں ہے۔ جائیے اور دیکھئے کہیں نہ کہیں آپ کو آپ کی رنگیں دنیا مل جائے گی۔ آپ کا وقت نجی جائے گا اور صابر ادیب کو فت سے محفوظ رہے گا۔ لیکن اگر آپ کا دل موجودہ ماحول کو دیکھ کر ترک پاتا ہے۔ اس پر عدم اطمینان کا اظہار کرتا ہے۔ اس پر آنسو بھاتا ہے۔ اس کے زیر اثر آپ پر مایوسی اور دل شکنی کے دورے پڑتے ہیں تو یہ مجموعہ آپ کو تسلی دے گا۔ ماحول سے نبرد آزمائی کا حوصلہ بخشنے گا۔ آپ کے دل میں امید کی کرن روشن کرے گا۔ اور اس کی قربت کو آپ ہمیشہ ایک عزیز دوست کی طرح پسند کریں گے۔

○ سید فضل المتنین چشتی:

صابر ادیب کھلے ذہن اور کھلے دل کے شاعر ہیں ان کی شاعری ان کی ذات کی آئینہ دار ہے۔ ایسی ذات جس کا رشتہ کائنات سے ہے مشاہدہ، تجربہ اور قوتِ اظہار پر ان کو محاکمہ حاصل ہے۔ چونکا دینے والا اسلوب اور جدید لب و لہجہ ان کی شاعری کی پہچان ہے۔

○ احسان آوارہ:

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ صابر ادیب بھی رواتی انداز میں لکھوی یا دہلوی رنگ میں غزلیں لکھتے۔ الفاظ سے کھلتے۔ قافیہ پکالی کرتے۔ مضامین کی بندھی بندھائی بندشوں کو لے کر شعر تخلیق کرتے۔ لیکن جب ایک افسانہ نگار شاعری اختیار کرتا ہے تو اس سے چائے ہوئے نواں نہیں نگئے جاتے۔ وہ نئی زمین تااش کرتا ہے۔ نئے افتق ڈھونڈھتا ہے۔ مضامین پر فکر کرتا ہے۔ الفاظ کو تول تول کر رکھتا ہے اور ان میں مختلف زاویے تراشتا ہے۔

صابر ادیب ایسے ہی شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے منفرد فکری عمل سے ایک الگ راستہ بنایا ہے۔ اپنی پہچان قائم کی ہے۔

آبناے

○ تبصروں سے اقتباسات ○

ڈاکٹر ایچ اے فریدی:-

صابر ادیب شاعری کی اُس منزل کے مسافر ہیں جس کے لئے کرامت علی کرامت، علی صبانویڈی، پرکاش فلکری، ندا فاضلی وغیرہ بشكل قابلہ رواں دواں ہیں کچھ چند قدم آگے کچھ چند قدم پیچھے اور کچھ نشان پا کے سہارے۔ صابر ادیب کی شاعری میں روایت سے بغاوت کے عضر نمایاں ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان کے کلام میں خالص ہندوستانی لب و لہجہ، فکر، نازک نازک الفاظ، تشبیہات اور استعارے میں ان کے کلام کو انفرادیت عطا کرتے ہیں یہ اشارات، کنایات مزاج پر بار اور ناگوار نہیں ہوتے۔ ان کے اشعار میں معانی اور مطالب کی تہیں نظر آتی ہیں۔

(ماہنامہ "ادوار" خان پور، لاہور پاکستان)

○ منیر سیفی:

صابر ادیب عہد حاضر کی شعری روایتوں کے شاعر ہیں انہوں نے قدیم فنِ مگو جدید فن کے ساتھ اس طرح نچوڑا ہے کہ قاری فوری متوجہ ہو جاتا ہے۔ تازہ افکار بلند خیالات کے ساتھ نئے الفاظ کا استعمال بھی ان کے یہاں عام ہے۔

(روزنامہ "پندار" پنڈنے۔ بہار)

○ سید اختر عظیمی:

شاعری مشاہدہ تجربہ اور قوتِ اظہار سے نہیں پاتی ہے یہ صاحبِ سخن کی ذات کی

آبنائے

آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ کائنات کا وسیع ترین منظر نام بھی ہے۔ صابر ادیب ذات و کائنات کو اپنی شاعری میں سمنے کے علاوہ لفظوں کو جوڑ کر قافیہ پیائی کی روایتی تقلید کے جمود کو توڑنے کے خواہاں ہیں۔ قدیم شراء سے اکتاب فیض کرتے ہوئے اُس چونکا والے لمحے کو بھی برقرار رکھتے ہیں جوان کی امتیازی شناخت ہے۔

(”اخبار شرق“، دہلی)

○ پروفیسر حسن مسعود:

جناب صابر ادیب ان شاعروں میں ہیں جن کے کلام کے مطالعہ سے یقین ہوتا ہے کہ ان کا مستقبل بڑا تباہ ک ہے اور حال اطمینان بخش شاعری بڑی حد تک شاعری ذات کا آئینہ ہوتی ہے اور شاعری ہی کیوں تخلیقی ہرن پارہ اس کے خالق کا پرتو ہوتا ہے۔ صابر ادیب ایک ایسے شاعر ہیں جو جدید لمحہ لفظیات، اصطلاحات اور نئی تراکیب کو اپناتے ہوئے اپنے لئے ایک نیا راستہ بنانے کی کوشش میں لگے ہیں۔ انہوں نے فتنی روایات سے انحراف بھی نہیں کیا ہے۔

(آل انڈیا ریڈیو۔ بھوپال سے نشر)

○ شکیل گوالیاری - محترم شاعر:

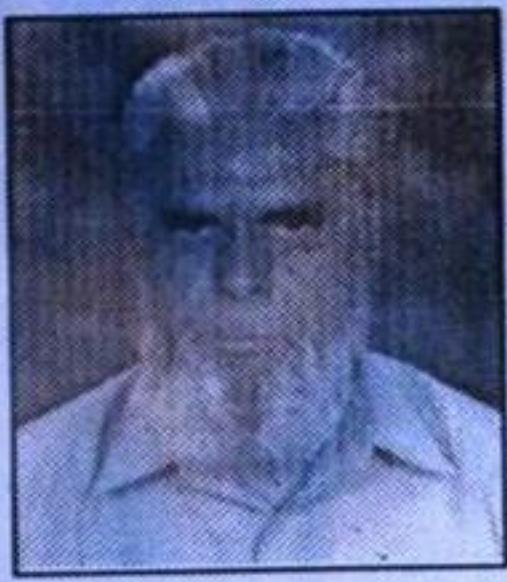
آپ کے کلام نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ آپ نے سماجی شعور کے ساتھ داخلی کیفیات کو بڑی خوبی سے آمیز کیا ہے۔ لفظیات کے میکانیکی عمل میں ایک سلیقہ روا رکھا ہے جو غزل کے لئے ضروری ہے۔ متعدد مصروعوں میں آپ کی تخلیقی بصیرت بھلی کی طرح کوند جاتی ہے۔ کہیں کہیں لمحہ بڑا کیٹلا ہو گیا ہے جو مزادیتا ہے۔

(گوالیار سے مکتب)

بیک کورٹ ...

صابر ادیب کی "آبنائے" کا سفر خاردار اہوں اور بے آب و گیاہ زمینوں سے ہو کر گزرتا ہے۔ انہوں نے اجنبی راستوں اور نامنوس علاقوں کو الہ زار بنایا اور راہ، ہموار کی ہے۔ ان کی شاعری کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ اس راہ دشوار گزار کو انہوں نے انسانی جمالیات کے وقار اور ایک نوع کی تہذیبی آرائش کے سہارے سر کیا ہے۔ ان کے شعری تجربے کی نوعیت افرادی اور ذاتی ہے۔ ان کے یہاں رشتہ نہ عاشق و معشوق کا ہے نہ مرد، عورت کے باہمی تجربے کا مظہر ہے۔ وہ تبدیل شدہ اجتماعی اور تہذیبی پس منظر کی طرف اشارہ کرنے کے بجائے انسانی ذات کی تقسیم کا کرب بیان کرتے ہیں۔ رشتہوں کی شکست و ریخت، بے یقینی، تشکیک، بے بضاعتی، بے چہرگی اور تہائی کے خوف کو صابر ادیب نے مبارات اور دل سوزی کے ساتھ پینٹ کیا ہے اور ذاتی درد کو آفاتی رنگ دیا ہے۔ اس رنگ کی گہرائی، گیرائی اور تباہ داری کا فیصلہ ہوتا باقی ہے تاہم یہ بات ٹھہر کر کہ صابر ادیب نے فیشن، فارمولے اور اپنے عہد کی ڈھلی ڈھلائی لطیيات کو شعوری طور پر مسترد کرتے ہوئے، کلاسیکی رنگ و آہنگ، روایت اور فن کے اشتراک سے اپنی راہ نکالی ہے جو ممکن ہے کہ شاہراہ نہ بن سکے، مگر چرائی راہ تو ہے، جو مندر کی طرح عظمت کا پرچم نہ لہرا سکے، مگر خشکی میں در آئے مندر کی نمائندہ تو ہے۔ اس میں وہ عصر تو موجود ہے جو میجرہ ہائے تختن کے لئے ہاگزیر ہے۔

اقبال مسعود



صابر ادیب کی "آہنے" کا سفر خاردار را ہوں اور مبہ آب و گیاہ زمینوں سے جو کر گزد رہا ہے۔ انہوں نے اجنبی راستوں اور زمانہ نوں ملاؤں کو الازم زار بنایا اور راہ ہموار کی ہے۔ ان کی شاعری کے مطالعہ سے جوں ہوتا ہے کہ اس راہ دشوار گزار کو انہوں نے سانی جمالیات کے وقار اور ایک نوع کی تبدیلی آرائش کے بارے سریا ہے۔ ان کے شعری تجربے کی نوعیت انحرادی اور ذاتی ہے۔ ان کے یہاں رشتہ نہ عاشق، مشفق کا ہے نہ مرد، غورت کے باہمی تجربے کا مظہر ہے۔ وہ تبدیلی شد واجتمائی اور تبدیلی پس منظر کی طرف اشارہ کرنے کے بجائے انسانی؛ اس کی تقدیم کا کرب بیان کرتے ہیں۔ رشتہ کی خلقت دریخت، بے معنی، آشلائیک، بے بغاوتی، بے چیرگی اور تباہی کے خوف کے سازہ اور یہ نے مبارت اور دل سوزنی نے سامنے پیش کیا ہے اور ذاتی درد کو آذانی رنگ دیا ہے۔ اس رنگ کی محبرائی، نیرائی اور تہ داری کا نیصلہ ہوا باقی ہے تاہم یہ بات ٹھہرے ہے کہ صابر ادیب نے فیشن، فارمولے اور اپنے عہدِ نذری ڈھانی لطیفات کو شعوری طور پر مسترد کرتے ہوئے، کلاسیک رنگ و آنک، روایت اور فتن کے اشتراک سے اپنی راہ نکالی ہے جو نہیں ہے کہ شاہراہ نہ بن سکے، مگر چڑاغ راہ تو ہے، جو مندری طرح عظمت کا پرچم نہ برائے، مگر ڈھنگی میں در آئے مندری نہ سند و تو ہے۔ اس میں دہ عصر تو موجود ہے جو مجرز وہاں بخن کے لئے ہاگزیر ہے۔

اقبال مسعود